قرآن کریم اور سنّت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۸۸ شمارہ: ۵

جمادی الاولیٰ: ۱۴۴۶ھ - دسمبر: ۲۰۲۴ء

قیمت فی شمارہ: ۷۰ روپے، زرِ سالانہ: ۸۰۰ روپے

مُدیر/مُدیر مسئول

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

نائب مُدیر

مولانا سیّد احمد یوسف بنوری

مُدیر معاون

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

ناظم

مولانا فضل حق یوسفی

خط و کتابت اور ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ''بینات''، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن

کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465

فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 0101900-397-7 برانچ کوڈ: 00816

مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

یورپ اور امریکی ممالک، وغیرہ: 40 امریکی ڈالر

عرب اور ایشیائی ممالک، وغیرہ: 35 امریکی ڈالر

وضاحت

ماہنامہ ''بینات'' میں اشتہارات کی اشاعت کا مقصد تصدیق اور سفارش نہیں ہے۔ ادارہ معاملات کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147

فیکس: 92-21-34919531 +

Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری **مطبع:** شفق پرنٹنگ پریس **طابع:** حافظ ثناء اللہ واحدی

فہرستِ مضامین

بصائر وعبر

مبارک ثانی کیس میں سپریم کورٹ کا تاریخ ساز نظرثانی فیصلہ ۳
۲۶ویں آئینی ترمیم ... ایک اہم پیش رفت ۵ محمد اعجاز مصطفیٰ
۴۳ویں سالانہ ختمِ نبوت کانفرنس، چناب نگر ۷

مقالات ومضامین

مکاتیب حضرت مولانا فضل محمد سواتیؒ بنام حضرت بنوریؒ ۹ انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
سپریم کورٹ آف پاکستان کا تاریخی فیصلہ - مبارک ثانی کیس ۱۴ ادارہ
حدیث ''مسلسل بالأولیة'' کی توضیح اور علم کی خصوصیات ۲۸ خطاب: مفتی رضاء الحق (جنوبی افریقہ)
علمِ الٰہی کا شرف اور امتیازی شان ۳۹ خطاب: مولانا ابراہیم دیولا (انڈیا)
جہیز کی رسم اور اسلامی تعلیمات ۴۷ مفتی عبید الرحمٰن
اُمت کے اتفاقی موقف سے انحراف گمراہی ہے (قسط:۲) ۵۲ مولانا محمد نعمان خالد

دار الافتاء

سفر میں سنتوں کے پڑھنے کا حکم/سنتوں میں قصر ہے یا نہیں؟ ۵۹
عورتوں کا مسلمان یا غیرمسلم عورتوں سے پارلر سروسز لینا ۶۰ ادارہ
(ویکس کروانا، بال رنگوانا، مساج ومالش کروانا، وغیرہ)

نقد ونظر

ناموں کے اَثرات کی شرعی حقیقت اور اہم مسائل ۶۴ ادارہ

مبارک ثانی کیس میں سپریم کورٹ کا تاریخ ساز نظر ثانی فیصلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و سلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

ایک ملزم مبارک ثانی قادیانی جو ایک قادیانی تعلیمی ادارہ کا پرنسپل تھا، آج سے ۵ سال قبل ۷ / مارچ ۲۰۱۹ء کو چناب نگر میں قادیانی جماعت کے تعلیمی اداروں میں قادیانی جماعت کے دوسرے سربراہ مرزا محمود کا قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر بنام ''تفسیر صغیر'' تقسیم کرنے کے جرم میں پیش پیش تھا، اسے جنوری ۲۰۲۳ء میں گرفتار کیا گیا۔ گرفتاری کے بعد مقدمہ کئی مراحل سے گزرا، پھر قادیانی، مبارک ثانی قادیانی کی درخواستِ ضمانت سپریم کورٹ لے کر گئے۔ چیف جسٹس آف پاکستان قاضی محمد فائز عیسیٰ صاحب نے اس مقدمہ کی سماعت کی، اور ۶ / فروری ۲۰۲۴ء کو فیصلہ دیتے ہوئے ضمانت منظور کی اور اسے مقدمہ سے بھی بری کر دیا۔ ڈسٹرکٹ کورٹ اور ہائی کورٹ میں سماعت کے بغیر مقدمہ ختم کرنے کے علاوہ اس ضمانتی فیصلہ میں مقدمہ سے غیر متعلقہ ایسی باتوں کو فیصلہ میں شامل کیا گیا، جس سے واضح طور پر قادیانیوں کی سہولت کاری کا تأثر قائم ہوتا تھا۔ نیز یہ فیصلہ امتناعِ قادیانیت قانون کی غلط تعبیرات کا مظہر بھی تھا۔ چنانچہ اس فیصلہ کے سامنے آتے ہی کراچی سے لے کر خیبر تک پورے ملک کے نامور قانون دان، اسلامیانِ وطن، مذہبی اور سیاسی حلقوں کے دانشوران سراپا احتجاج ہوئے۔ اس متنازع فیصلہ کے خلاف لاہور میں ۲۱ / فروری ۲۰۲۴ء کو ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' نے کُل جماعتی ختم نبوت کنونشن منعقد کیا، جس میں تمام مکاتبِ فکر کی مذہبی جماعتوں نے اس فیصلہ کو مسترد کر دیا۔ مسلمانوں کو سراپا احتجاج دیکھ کر پنجاب حکومت نے نظر ثانی کی درخواست سپریم کورٹ میں داخل کی۔ ۲۶ / فروری کو سپریم کورٹ

کے تین رکنی بینچ نے چیف جسٹس آف پاکستان کی سربراہی میں نظرثانی مقدمہ کی درخواست کی ابتدائی سماعت کے بعد اسے سماعت کے لیے منظور کرلیا اور ساتھ ہی ملک کے دس مختلف الخیال مکاتب فکر کے اداروں سے شرعی طور پر اس مقدمہ کے لیے رائے مانگی گئی۔

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم ان دنوں کراچی میں تھے، راقم نے آپ سے ملاقات کی اور صورتِ حال گوش گزار کی۔ قائد جمعیت پہلے ہی سے فکرمند تھے، وہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ سے اگلے روز مشاورت کے لیے وقت طے کرچکے تھے۔ چنانچہ دار العلوم کراچی میں اگلے روز ان دونوں حضرات کا اجلاس ہوا، جس میں راقم بھی شریک ہوا۔ تفصیلی طور پر حالات کا تجزیہ کرکے فیصلہ کیا گیا کہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ عدالت کے اس مقدمہ سے متعلق استفسار پر جامع مانع جواب لکھیں جو قرآن وسنت اور مروّجہ قانون سے مبرہن ہو، اس پر تمام مکاتبِ فکر کے دستخط کرائے جائیں۔ حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی مدظلہ نے جواب لکھنے اور دوسرے مکاتبِ فکر کے تائیدی دستخط کرانے کی ذمہ داری قبول فرمائی۔ آپ نے جواب لکھا، حضرت مولانا مفتی منیب الرحمٰن، حضرت مولانا یٰسین ظفر، ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی قائم کردہ قرآن اکیڈمی لاہور، جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد، پانچ مختلف اداروں کے سربراہوں نے اس کی تائید کی، یوں سب کی جانب سے متفقہ رائے سامنے آئی۔ ۲۸؍مارچ ۲۰۲۴ء کو سماعت ہوئی۔ عدالت نے تسلیم کیا کہ جن اداروں سے رائے مانگی گئی تھی، ان سب کی رائے آگئی ہے، مزید جس نے رائے دینی ہے وہ تحریری طور پر جمع کرائے، پھر سماعت ملتوی ہوگئی۔ ڈیڑھ دو ماہ تک تاریخِ سماعت مقرر نہ ہوئی تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے دوسری بار لاہور میں آل پارٹیز کنونشن رکھا، جس میں متفقہ مطالبہ ودرخواست کی گئی کہ کیس کی جلد سماعت کی جائے۔ نیز مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے چیف جسٹس آف پاکستان کے نام کھلا خط لکھا گیا کہ اس مقدمہ کی سماعت جلد شروع کی جائے۔

۲۹؍مئی ۲۰۲۴ کو سپریم کورٹ میں مقدمہ کی سماعت ہوئی، فیصلہ محفوظ ہوا۔ ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ء کو فیصلہ آیا، مگر یہ فیصلہ بھی قابلِ اعتراض باتوں اور تحفظات سے بھرپور تھا، پورے پاکستان میں اس پر قانونی بحث چھڑ گئی۔ ۲۵؍جولائی کو مجلس تحفظِ ختم نبوت، جمعیت علمائے اسلام سمیت دیگر جماعتوں نے خطباتِ جمعہ میں اس پر احتجاج کیا، پُرامن مظاہرے اور ریلیوں کا اہتمام کیا گیا۔ پارلیمان اور سینٹ میں جمعیت علمائے اسلام، پیپلز پارٹی، مسلم لیگ اور پی ٹی آئی کے رہنماؤں نے بھی اس فیصلہ پر جاندار تنقید کی۔ حکومت نے پارلیمانی کمیٹی قائم کی اور فیصلہ کی تصحیح کے لیے درخواست دائر کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۳؍اگست ۲۰۲۴ء کو اسلام آباد میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت قومی رہنماؤں، مذہبی وسیاسی جماعتوں کے سربراہوں پر مشتمل اے پی سی منعقد کی گئی، جس میں یک نکاتی ایجنڈا کے تحت مقدمہ کو جلد نمٹانے کا مطالبہ کیا گیا۔ ۱۹؍اگست کو اسلام آباد اور راولپنڈی کے سیکڑوں مسلمانوں نے شاہراہِ دستور پر عدالت کے سامنے مظاہرہ کیا۔

اسی دوران حضرت مولانا اللہ وسایا دامت برکاتہم علاج معالجہ کے سلسلے میں کراچی تشریف لائے ہوئے تھے تو انھوں نے راقم کو حکم فرمایا کہ اس نظر ثانی کے فیصلہ کا جائزہ لیں، چنانچہ آپ کے حکم پر راقم نے پورے فیصلے کا شق وار جائزہ لیا اور تمام قابلِ تحفظات امور کی مدلل و مفصل نشان دہی کی۔ یہ مضمون گزشتہ سے پیوستہ شمارے میں قارئینِ بینات ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اس مضمون کی اشاعت کے بعد ۲۲ راگست ۲۰۲۴ء کو وفاقی حکومت کی اس مقدمہ پر تصحیح کی درخواست پر سہ رکنی فیصلہ کرنے والے بینچ نے سماعت کی تو راقم کو بھی طلب فرمایا، راقم الحروف اُن دنوں مجلس تحفظ ختم نبوت کے تبلیغی دورے پر موریشس میں تھا، اس لیے راقم الحروف کی نمائندگی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے امیر مفتی عبدالرشید صاحب نے کی۔ قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ، حضرت مولانا مفتی شیر محمد خان رئیس دارالافتاء جامعہ غوثیہ بھیرہ، جناب مولانا ابوالخیر محمد زبیر صدر ملی یکجہتی کونسل، مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن اور دیگر علماء کرام کے عدالت میں بیانات ہوئے، وکلاء نے قانونی دلائل پیش کیے۔ ۲۲ راگست ۲۰۲۴ء کی سماعت کے بعد حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے ختم نبوت کے تحفظ کی صدا گونجی، اسی دن مختصر فیصلہ آیا اور تفصیلی فیصلہ محفوظ کر لیا گیا۔ ۱۰ راکتوبر ۲۰۲۴ء کو تفصیلی فیصلہ آ گیا، جس میں واضح طور پر سپریم کورٹ نے اپنے ۶ رفروری اور ۲۴ جولائی کے فیصلے کی غلطیوں کو تسلیم کیا اور انہیں کالعدم قرار دے کر مبارک ثانی قادیانی کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی جاری رکھنے کا حکم دیا۔

اس فیصلہ کو ماہ نامہ ''بینات'' کے صفحات پر تاریخی طور پر محفوظ رکھنے کی غرض سے من وعن ایک مستقل مضمون کی شکل میں اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں!

۲۶ ویں آئینی ترمیم ... ایک اہم پیش رفت

۲۱ راکتوبر ۲۰۲۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی اور سینیٹ میں ۲۶ ویں آئینی ترمیم پیش کی گئی، جو عدلیہ میں اصلاحات سے متعلق تھی، لیکن اسی کے ضمن میں جمعیت علمائے اسلام نے اپنی چند ترمیمیں بھی شامل کیں جو بحمداللہ! دوتہائی اکثریت سے منظور ہو گئی ہیں۔ دینی مدارس کو اپنی رجسٹریشن کے حوالے سے کافی مشکلات کا سامنا رہا ہے، حکومت اور متعلقہ ادارے اس حوالے سے مدارسِ دینیہ کو ہمیشہ دباؤ میں رکھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ اتحاد تنظیمات مدارسِ دینیہ اس مشکل کو حل کرنے کی کوشش میں مستقل لگا رہا۔ پی ڈی ایم دورِ حکومت میں بھی اس حوالے سے مذاکرات ہوئے، ان مذاکرات میں اس وقت کے وزیر تعلیم، وزیر داخلہ اور دیگر متعلقہ وزارتوں اور محکموں کے نمائندے موجود تھے، وزیر اعظم شہباز شریف نے ایک مسودے کی منظوری دی اور حکم جاری کیا تھا کہ اس کے مطابق مدارس کو رجسٹریشن کا اختیار دے دیا جائے۔ اس میں دونوں باتوں کا اختیار تھا،

ایک یہ کہ مدارس چاہیں تو اپنے آپ کو ۱۸۶۰ء کے سیکشن ۲۱ کے تحت رجسٹرڈ کرالیں، اور اگر چاہیں تو وزارت تعلیم میں خود کو رجسٹرڈ کرالیں۔ اس سے پہلے بھی مدارس کو اختیار رہا کہ چاہیں تو سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہوں، چاہیں تو ٹرسٹ کے قانون کے تحت رجسٹرڈ ہوں۔ لیکن وزیر اعظم کی ہدایات کے باوجود اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ پھر پی ڈی ایم حکومت کے آخری دور میں صدر اتحادِ تنظیماتِ مدارسِ دینیہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اور مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہ کی اس وقت کے حکومتی ذمہ داران کے علاوہ موجودہ آرمی چیف صاحب سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ وزیر اعظم میاں محمد شہباز شریف سے قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم مسلسل رابطے میں رہے، ان مذاکرات اور رابطوں کے نتیجے میں ایک مسودے پر اتفاق بھی ہوگیا، اسے خواندگی کے لیے قومی اسمبلی میں بھی پیش کر دیا گیا، تا کہ یہ باقاعدہ قانون بن جائے، لیکن اچانک اس پر عمل درآمد روک دیا گیا۔ آج بحمد اللہ! قائدِ جمعیت دامت برکاتہم کی کوششوں اور اکابرینِ وفاق کی دعاؤں سے دینی مدارس کی رجسٹریشن کے حوالے سے قانونی ترمیم کو ۲۶ ویں آئینی ترمیم کا حصہ بنا دیا گیا ہے، جو سینٹ اور قومی اسمبلی سے پاس ہوکر اب آئین پاکستان کا حصہ بن گیا ہے۔

اس کے علاوہ وفاقی شرعی عدالت سے متعلق یہ قانون سازی ہوئی ہے کہ اب وفاقی شرعی عدالت کا اپنا جج بھی، جب کہ وہ سپریم کورٹ کا جج بننے کی اہلیت رکھتا ہو، وفاقی شرعی عدالت کا چیف جسٹس بن سکتا ہے، جب کہ اس سے پہلے سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کا ریٹائرڈ جج ہی وفاقی شرعی عدالت کا جج بن سکتا تھا۔ نیز وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اگر اپیل کی جائے گی تو بارہ ماہ گزرنے کے بعد وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ ازخود نافذ العمل ہو جائے گا، بشرطیکہ اس مدت میں سپریم کورٹ اُسے باقاعدہ معطل نہ کر چکی ہو، یعنی پہلے کی طرح محض اپیل سے حکمِ امتناعی نہیں مل سکے گا، جب تک کہ باقاعدہ سماعت کے بعد سپریم کورٹ حکمِ امتناعی جاری نہ کردے۔ نیز اسلامی نظریاتی کونسل؛ جس کا بنیادی کام قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا ہے، اس کی رپورٹیں تقریباً تمام قوانین کے حوالہ سے آچکی ہیں، لیکن وہ تمام رپورٹیں اب تک نظر انداز کی جاتی رہیں، اب آئین میں یہ ترمیم شامل کردی گئی ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش ایوان میں آجانے کے بارہ ماہ بعد ازخود حتمی تصور ہوگی، جب تک کہ بحث کر کے ایوان اُسے مسترد نہ کردے۔ نیز قانون ساز ایوان کے ارکان اگر کوئی مجوزہ قانون اسلامی نظریاتی کونسل کو بھیجنا چاہیں تو اس کے لیے چالیس فیصد کی بجائے اب پچیس فی صد ارکان کی تائید درکار ہوگی۔ اسی طرح سود کہ جس کا معاملہ ۳۸ سال تک عدالتوں میں لٹکا ہوا تھا، اب سود کے خاتمے کی آخری تاریخ جو وفاقی شرعی عدالت نے مقرر کی تھی، اسے آئین میں شامل کر دیا گیا ہے کہ یکم جنوری ۲۰۲۸ء کے بعد ملک میں سودی نظام خلافِ قانون ہوگا۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ جب دستور میں کوئی چیز لکھی ہو تو دستور کے خلاف کوئی حکومت نہیں جا سکتی، لہٰذا ہر حکومت اس پر عمل کرنے کی پابند ہے۔

بلاشبہ! یہ بہت اہم پیش رفت ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے بغیر یہ ممکن نہیں تھا! خود قائدِ جمعیت نے بھی فرمایا کہ پچھلے دور میں جب ہم عددی اکثریت رکھتے تھے اور حکومت کا بھی حصہ تھے، تب تو یہ ترمیمیں منظور نہیں کروا سکے تھے، لیکن اب جب کہ حزبِ اختلاف میں ہونے کے باوجود اور کم تعداد کے ساتھ یہ کامیابی نصیب ہوئی ہے، تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم و احسان، ہمارے اکابر کی دعاؤں اور توجہات کا اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری کوششوں اور جد و جہد کو ثمر آور بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اکابر خصوصاً حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم کی اس محنت، جد و جہد اور کوشش کو قبول فرمائے، ان کو صحت و عافیت کے ساتھ نوازے، ان کی سیادت و قیادت سے اہالیانِ پاکستان کے ساتھ ساتھ پوری اُمتِ مسلمہ کو فیض یاب و کامران فرمائے، آمین!

۴۳ ویں سالانہ ختمِ نبوت کانفرنس، چناب نگر

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیے جانے کے بعد چناب نگر میں سالانہ ۲ روزہ ختم نبوت کانفرنس کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ ہر سال اکتوبر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت جامع مسجد و جامعہ عربیہ ختم نبوت چناب نگر میں ہونے والی ''ختم نبوت کانفرنس'' دراصل ۱۹۳۴ء کی اس کانفرنس کا تسلسل ہے، جس کا باقاعدہ آغاز قادیان شہر میں ہوا تھا، اور حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا اس میں کلیدی بیان ہوا تھا۔ اِس سال بھی ۲۴، ۲۵ / اکتوبر کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ کی زیر صدارت، نائب امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ عزیز احمد دامت برکاتہم کی زیر نگرانی اور نائب امیر مرکزیہ حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری زید مجدہٗ کی سرپرستی میں بڑے تزک و احتشام سے منعقد ہوئی، جس میں ''توحید باری تعالیٰ، عقیدہ ختم نبوت، سیرتِ خاتم الانبیاء، حیاتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، ظہورِ امام مہدی علیہ الرضوان، عظمتِ صحابہ کرامؓ واہل بیت اطہارؓ، اتحادِ امتِ محمدیہ، پاکستان کی نظریاتی و جغرافیائی حدود کا تحفظ'' جیسے اہم موضوعات پر مختلف دینی و سیاسی جماعتوں کے قائدین، علمائے کرام و مشائخ عظام، دانش وَر اور قانون دان حضرات نے خطاب کیا۔ اس کانفرنس میں درج ذیل قرار دادیں منظور کی گئیں:

☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا یہ عظیم اجتماع قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن کو حالیہ آئینی ترمیم میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلوں، سود کے خاتمہ کے متعلق تاریخ کا تعین اور مدارسِ عربیہ کی رجسٹریشن کے متعلق آئینی فیصلہ جات کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔

☆ یہ اجتماع کچھ ہفتوں قبل قادیانیت کے متعلق سپریم کورٹ کے تفصیلی و تاریخی فیصلے کے اجرا کا خیر مقدم کرتے ہوئے اُمید رکھتا ہے کہ فیصلہ عقیدہ ختم نبوت کے نظریاتی و فکری تشخص کی حفاظت کے لیے مشعلِ راہ ہوگا۔

☆ یہ اجتماع حکومت اور انتظامیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی آئینی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے چناب نگر سمیت ملک بھر میں قادیانیوں کو شعائرِ اسلام کے استعمال کرنے سے منع کرے اور انہیں آئین و قانون کا پابند بنائے۔

☆ دین اسلام تمام اقلیتوں کے حقوق کا علم بردار ہے، جبکہ قادیانیوں نے آئین میں اپنی متعینہ دستوری حیثیت تسلیم کرنے کے بجائے آئین سے بغاوت پر مبنی موقف اپنایا ہوا ہے، یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ قادیانیوں کو اپنی آئینی دستوری حیثیت تسلیم کرنے کا پابند بنایا جائے۔

☆ یہ اجتماع بلوچستان اور خیبر پختون خواہ میں دہشت گردی فورسز پر حملوں کی پرزور مذمت کرتا ہے، فورسز اور مزدور طبقہ کی شہادتوں کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔

☆ یہ اجتماع اسرائیل کی لبنان اور فلسطین پر وحشیانہ بمباری کی مذمت کرتا ہے اور اسلامی مما لک کے سربراہان سے اسلامی وانسانی غیرت وحمیت کا ثبوت دینے کا مطالبہ کرتا ہے، نیز اقوام متحدہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ اسرائیل کو دہشت گرد ملک قرار دیا جائے اور اسرائیلی وزیر اعظم پر عالمی عدالت میں جنگی جرائم کے تحت مقدمات چلائے جائیں۔

☆ اجتماع سینٹ آف پاکستان میں ۷ ستمبر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تاریخی فتح پر عام تعطیل کی قرارداد لانے کا اور آزاد کشمیر حکومت کی جانب سے ہر سال ۷ ستمبر سرکاری طور پر یومِ ختمِ نبوت منانے کے اعلان کا خیر مقدم کرتا ہے۔

☆ کانفرنس کا یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ پاکستان میں تمام قادیانی ویب سائٹس اور پیجز کو بلاک کیا جائے اور سوشل میڈیا پر اسلام و ملک دشمن سرگرمیوں اور گستاخانہ مواد کا سختی سے فی الفور نوٹس لیا جائے۔

☆ یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ شامل کیا جائے اور دیگر اقلیتوں کی طرح قادیانی اوقاف کو سرکاری تحویل میں لیا جائے، اور بلا تفریق چناب نگر کے رہائشیوں کو زمین کے مالکانہ حقوق دیے جائیں۔

یہ تمام قراردادیں وہ ہیں جنھیں پوری اُمتِ مسلمہ کی حمایت حاصل ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ فی الفور ان قراردادوں کے مطابق معاملات کو جلد از جلد حل کرے، تاکہ اہالیانِ پاکستان امن وسکون اور فتنوں سے محفوظ زندگی گزار سکیں اور ہمارے ملک وقوم کو مضبوط معیشت اور مستحکم پاکستان مل سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنائے اور اس کو معاشی واقتصادی طور پر مضبوط ومستحکم فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین!

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد و علیٰ آلہٖ و صحبہٖ أجمعین

مکاتیب حضرت مولانا فضل محمد سواتی رحمۃ اللہ علیہ

بنام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

حضرت مولانا فضل محمد سواتی رحمۃ اللہ علیہ بنام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قبلۂ جان ودل دامت برکاتُکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

چار روز مسلسل بخار کی وجہ سے طبیعت پریشان ہوئی، ٹیکسی منگوا کر سیدھا کھوکھراپار رشتہ دار کے یہاں چلا آیا، الحمد للہ بخار میں اب تخفیف ہے، گھبراہٹ پریشانی یہاں آکر ختم ہوگئی، بخار چونکہ اب بھی ہے، ایسی حالت میں شہر کے تصور سے وحشت محسوس ہوتی ہے۔ آپ کو اطلاع ایک تو اس بنا پر پیش کر رہا ہوں کہ ایک تو آپ کو صورتِ حال کا علم ہوجائے، اور عدمِ موجودگی سے تشویش نہ ہوجائے۔ اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ تاصحت یابی رخصت عنایت ہو۔ تیسرا عظیم مامول (امید) درخواستِ دعا ہے۔ اُمید ہے کہ ناچیز کی درخواست کو قبولیت کی نظروں سے نوازا جائے گا۔

والسلام مسك الختام

فضل محمد عفي عنه

۱۰؍ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۸۴ھ

ایف نارتھ ا/۴۶، راشن شاپ نمبر ۱۴۰۴، ملیر کھوکھراپار کالونی، کراچی نمبر ۲۷

درش خیلہ
فضل محمد عفي عنه
مولانا المکرّم ومخدومنا المعظّم دامت برکاتُکم!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سیدی! آپ کو میری غفلت پر حیرت ضرور ہوگی، مگر کیا کیا جائے؟! روحانی کمزوریوں کے علاوہ جسمانی کمزوریاں میرے لیے رفیقِ زندگی بنی ہوئی ہیں، راستے میں جو کیفیت تھی وہ تو آپ کے سامنے تھی، آگے جاکر طبیعت اور بھی خراب ہوگئی۔ بس میں تو بے بس ہی ہوگیا تھا، گھر پہنچ کر لاش کی طرح ایک دن رات پڑا رہا، افاقہ ہوا تو ایک نہر کو دعوت کی غرض سے عبور کرنا پڑا، اس کی وجہ سے گھٹنوں کے درد میں مبتلا ہوا، جس سے بمشکل نجات ملی، کیونکہ سردی عروج پر تھی، کوئی گرم سے گرم دوا بھی کارگر ثابت نہ ہوئی۔ اس وقت دھوپ میں بیٹھا ہوا ہوں، گرم کمبل، جراب، غرض دودُ القزّ (ریشم کے کیڑے) کی طرح اُون میں لپٹا ہوا ہوں، مگر گھٹنے ایسے لگتے ہیں جیسے کہ پانی میں ان کا مربّہ ڈالا گیا ہے، مگر معدہ کی کمزوری بالکل لا پتہ ہے، وارنٹ نکالا جائے تب بھی ہاتھ نہ آئے گی۔ ظہر سے پہلے پہلے پیٹ میں بھوک کی موجیں اُٹھنے لگتی ہیں، نہ دماغی گرانی ہوتی ہے نہ ذائقہ میں تبدیلی، افطاری کے وقت اَناپ شناپ کھانا تھوڑی دیر کے بعد غائب، بعد التراویح چائے پینی پڑ جاتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کچھ کھایا ہی نہ تھا، ایک گلاس پانی ایسا ٹھنڈا میٹھا ہوتا ہے کہ تمام ظاہری نعمتیں اس پر قربان، لیکن وہی آپ کا فرمان: ''وہ کیا زندگی جس میں مقصدِ زندگی نہ ہو!''

ربا، رشوت، زنا، شراب خوری عام ہیں، عیاشی کا زور ہے، قحطُ الرجال ہے؟ عمارتی ترقی اور دینی انحطاط ہے، اللہ کے لیے کہنے والے بالکل خاموش ہیں، خودغرض مولویوں کا عام طور سے مذاق اُڑنے لگتا ہے، اس کے نتیجے میں اہل اللہ کو بھی بری نگاہوں سے دیکھا جارہا ہے، غرض ایک طرف جسمانی صحت ہے تو دوسری جانب روحانی موت کا سیلاب! اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مرضیات عطا فرمائے، اور مُہلکات سے بچائے، اور مُنجیات سے نوازے۔ بشرطِ حیات وعدمِ موانع دس بارہ شوال کو پہنچنے کی کوشش کروں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ!

فقط والسلام مسك الختام

۱۵/ رمضان المبارک، یوم الاحد

پس نوشت: برادرِ محترم محمد صاحب کو پیار۔

مولانا ولی حسن صاحب (ٹونکی)، مولانا عبدالرشید صاحب (نعمانی)، مولانا حامد (عالم) صاحب (میرٹھی)، مولانا محمد ادریس صاحب (میرٹھی)، مولانا بدیع الزمان صاحب، مولوی عبدالقیوم صاحب (چترالی)، ودیگر حاضرینِ مجلس کو ہدیۂ سلام قبول ہو۔

باسمه الكريم

منازلُ الحبّ في قلبي معظّمة
وإن خلا من نعيم الوصلِ منزلُها

ملاذي المفخّم، وسيدي المعظّم دامت بركاتُكم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

والا نامہ عنبر شمامہ مل کر واللہ العظیم قلب کو وہ سرور واطمینان حاصل ہوا کہ بیان سے باہر ہے، جتنی تکلیف سیری کلی میں محرومیِ ملاقات سے پہنچی تھی، اس کا نعم البدل صرف اس شفقت بھرے جملے میں (آپ بہت یاد آتے ہیں، کاش فرصت ملے تو جون میں اُڑ کر پہنچ جاؤں) مل گیا: فداك روحي وجسمي وكلُّ مالي!

يا إلٰهَ العالمين! اس جملے کو عملی جامہ پہنا دے، تیرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں۔ قلب کے تأثرات کی ترجمانی تو واللہ آپ نے خود ہی کر دی، اب میں کیا لکھوں کہ قلبی سکون وہیں تھا؟! البتہ آب وہوا کی قوت کی بنا پر جسمانی اثرات قوی ہیں، خویش واقارب بوقتِ حوادث پہنچ جاتے ہیں، تکلیف ہلکی معلوم ہونے لگتی ہے، دو ہفتے ہوئے میرے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام نصیر احمد رکھا گیا، وضع کے وقت دس گھنٹے وہ کیفیت اس کی والدہ پر طاری رہی کہ کوئی اُمید بچنے کی نہ تھی، پھر لڑکے کو وہ تکلیف رہی کہ تین روز تک ہم اس انتظار میں شب وروز رہے کہ اب جان نکلی اور اب نکلی۔ پھر اللہ پاک کا رحم مُنعطف (متوجہ) ہوا اور دونوں بچ گئے، میری حالت تو ایسی ہوگئی تھی کہ جیسے کوئی آگ کی بھٹی میں سے نکل آئے، نہ دوسری شادی کر سکوں، نہ کوئی لڑکی دے، نہ طاقتِ جسمانی نہ مالی، بچے سب چھوٹے، ان کو کون سنبھالے؟! مگر رشتہ دار عورتوں کی اعانت سے یہ تکلیف اجتماعی طریقے سے برداشت ہوگئی۔ کراچی میں ایسے حوادث بہت صبر آزما تھے، گھر کے اندر کوئی جھانکنے والا بھی نہ ہوتا۔ یہ بھی آپ کے اس جملہ مبارکہ (دنیا کی نعمتیں مُنقسم ہیں) کی تفصیل ہے، اور جس فکر کا تذکرہ آپ نے مفصل طریقے سے فرمایا ہے، واللہ! وہ بھی ایسا ہے جیسے آپ اوپر سے ہمیں دیکھ دیکھ کر تحریر فرما رہے ہیں۔

ہمارے پاس جواہرات ''معارف السنن'' کے ضرور ہیں، دورہ حدیث میں طلبہ کی اکثریت ایسی ہے جو اہل ہیں، اور قدرداں بھی ہیں، بہت حظّ اُٹھاتے ہیں، بعض بہت ہی نایاب قسم کے طلبہ ہیں، دورہ پڑھ چکے ہیں، رجال میں بھی واقفیت رکھتے ہیں، مگر تحریر میں پہاڑی ہیں، جسمِ تعلیمی سے تعبیر بالنقطہ کرتے ہیں، اور ان میں قساوت اور جفا ہے، میرے لیے یہ چیز بہت ہی تکلیف دہ اور صبر آزما ہے۔ ایسے بے لگاموں کے منہ میں لگامِ قیام وطعام کا انتظام ہے، وہ میرے بس سے باہر ہے۔ حاجی صاحب صرف تنخواہ کا بوجھ ذاتی طور پر باقاعدگی سے کر رہے ہیں، یہ بھی غنیمت ہے، جبکہ طالب علم کا نہ قیام ہو مدرسہ میں نہ طعام، مدرسہ کے درس کے

اوقات سے باہر اُن کی زندگی آزادانہ اور خود اپنے حالات کی متکفّل ہو، صابن تک کے پیسے ان کو نہ ملتے ہوں، تو ہم اُن کی بے لگامی اور جہالت کس طرح سے دور کر سکتے ہیں، جبکہ ان کی اکثر زندگی ہم سے غائب ہے؟! مساجد میں ان پر طرح طرح کی تکلیفیں گزرتی ہیں، اور ہم اُن کی کوئی اعانت نہیں کر سکتے، تو پھر بے لگام نہ ہوں تو کیسے نہ ہوں؟! پھر ہر طرف حوالی (اردگرد) میں مدارس ہیں، نہ تو ان میں کوئی امتحان ہے، نہ کوئی تاریخِ داخلہ، نہ کوئی ان پر پابندی، تو یہاں ہماری پابندی اور قوانین وضوابطِ تعلیم کو وہ کیسے قبول کر سکتے ہیں، جبکہ کوئی اور اعانت نہ یہاں نہ وہاں؟! صرف وہ طلبہ جو سمجھ دار ہیں، اور ہمارے پاس جو اکابر کے ملفوظات ومخطوطات ہیں، ان سے وہ متاثر ہیں، وہ لوگ امتحان اور حاضری اور بعض تہدیدی امور کو برداشت کرتے ہیں، بہر حال تعلیمی ظلمات میں عادی طلبہ اس قید وبند کو ظلم سمجھ رہے ہیں، اور عدمِ اعانت چونکہ ایک عام چیز ہے، اس کو خوشی سے برداشت کر لیتے ہیں۔

اس زیروبم، نشیب وفراز میں یہ زندگی گزر رہی ہے، اکابر کی جدائی سے اور ان حالات سے قلب کی جو کیفیت ہے وہ ناگفتہ بہ ہے، یہ بھی آپ کے اس جملہ (فکر صرف اتنی ہے) کی تفصیل ہے۔ یہ تصویر تو اپنے مدرسہ شروع ہونے سے قبل ہی کھینچی تھی، اب یہ تمام چیزیں خود بخود اس اجمال کی تفصیل اور تفسیر بنتی جارہی ہیں۔

سیدی وملاذی! کیا عرض کروں؟! یہ جدائی ہم نے یونہی نہیں برداشت کی، مگر اس بڑھاپے میں دس افراد کا کنبہ تقریباً ڈیڑھ ہزار میل سے ایک کونہ سے لے کر دوسری طرف منتقل کرنا میرے جیسے نادار کمزور بے آبرو کے لیے خصوصاً جبکہ پردہ کا لحاظ شرعاً بھی ہو، اور بر بناء غیرت بھی ہو، اور ایک سفر پر ۱۳۰۰ روپیہ کے مصارف بھی آتے ہوں، یہ منظر ایسا ہے جو ناقابلِ برداشت ہوتا ہے۔ ایک طرف بچوں کی ماں بیمار ہو، دوسری طرف گاڑی میں بھیڑ بکریوں کی طرح سے ازدحام ہو، سیٹ نہ مل سکے، ہوائی جہاز کے مصارف قابلِ برداشت نہ ہوں، قرض لے کر جانا ایسا معلوم ہوتا ہو جیسے بھیک، تو واللہ! یہ ایک ایسا امتحانی منظر تھا کہ اس میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی خاص عنایت ہی سے انسان کامیاب ہوسکتا ہے۔ اس آخری سفر میں جو تکلیفیں راستے میں مجھ پر گزری ہیں، جبکہ میں اواخرِ شعبان میں بچوں کو لے کر آرہا تھا، تو آپ بھی تلملا اُٹھے، اگرچہ ہر موقع پر آپ حضرات کا سایہ ساتھ رہا، اور ہر مشکل کے بعد اس کا حل بھی ہوتا رہا، لیکن میرا تو کچومر بنتا رہا۔

یا اللہ! بات بہت لمبی ہوگئی، واللہ! میں سمجھ رہا ہوں کہ آپ بالکل میرے سامنے ہیں، اور میں فریادِ فراق اور اسبابِ فرقت بیان کر رہا ہوں، خیال آیا تو تین صفحے بھر چکے تھے، مجھے معذور سمجھ کر معاف فرمائیں۔ اب انتظارِ ملاقات ہے، اگرچہ

وصل میں ہجر کام، غمِ ہجر میں ملنے کی اُمید
کون کہتا ہے کہ فرقت سے وصال اچھا ہے

اس حالت کو ترجیح دے رہا ہے کہ طمع، نقد سے بہتر ہے۔

ایک بات رہ گئی، میں نے مختصر الفاظ قصیدہ میں لکھے تھے، تو واللہ! وہ میں نے سخت بخار میں لکھے تھے، قصیدہ لکھنے سے چکر کی سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی، اس لیے میں نے یہ طرز اختیار کیا تھا، یہ جبری وقسری تھا، اختیاری نہ تھا، اس لیے مجھے معاف فرمائیں۔ اب کہاں تک لکھتا رہوں گا؟! آپ کا قیمتی وقت اور خراب نہیں کرسکتا، مگر لکھنے میں ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ آپ سے مخاطب ہوں، آپ کان لگا کر سن رہے ہیں، تو بے ساختہ قلم چل رہا ہے، اور پرانا زمانہ یاد آ رہا ہے، جبکہ ہم کسی کی آغوش اور ظل (سایہ) میں چین کی زندگی بسر کر رہے تھے، دنیا کی خبر نہ تھی:

تستّرتُ من دهري بظلّ جناحهِ
فصرتُ أرى دهري وليس يراني

''میں ان کے پہلو کے سائے میں آکر زمانے سے چھپ گیا، اب میں تو زمانے کو دیکھ رہا ہوں، لیکن زمانہ مجھے نہیں دیکھ پا رہا۔''

فلو تسأل الأيام ما اسمي؟ ما درتْ
وأين مكاني؟ ما عرفنَ مكاني

''اگر زمانہ میرا نام پوچھے گا تو اسے معلوم نہ ہوسکے گا، اور میری جائے سکونت کے بارے میں جاننا چاہے گا تو اسے بھی نہ جان پائے گا۔''

اللہ تعالیٰ برادرِ محترم محمد (بنوری) صاحب کو تقویٰ، اخلاقِ حسنہ، علم نافع، عملِ صالح، اور اپنے ذکر ومعرفت اور اتباعِ سنت سے نوازے، اور آپ کا سایۂ عطوفت ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ فقط والسلام

آقائی ومولائی آغا جی مدّظلّہم (مولانا محمد زکریا بنوری والد ماجد حضرت بنوری رحمہما اللہ) کی خدمتِ عالیہ میں سلام عرض ہے۔

مدرسہ مظہر العلوم، مینگورہ، سوات
فضل محمد عفي عنه

..... ❀ ..... ❀ ..... ❀ .....

سپریم کورٹ آف پاکستان کا تاریخی فیصلہ

ادارہ

مبارک ثانی کیس

موجودہ

جسٹس قاضی فائز عیسیٰ، چیف جسٹس   جسٹس امین الدین خان   جسٹس نعیم اختر افغان

مجرمانہ متفرق درخواست نمبر 1113 برائے 2024

[فیصلے میں تصحیح کے لیے مؤرخہ 24.07.2024]

کرمنل ریویو پٹیشن نمبر 2-2024 میں

فیڈریشن آف پاکستان اور پراسیکیوٹر جنرل، پنجاب ...... درخواست دہندگان

بمقابلہ

مبارک احمد ثانی و دیگر ...... جواب دہندگان

بابت درخواست دہندگان:

جناب منصور عثمان اعوان، اٹارنی جنرل پاکستان
ملک جاوید اقبال، ایڈیشنل اٹارنی جنرل پاکستان
جناب احمد رضا گیلانی، ایڈیشنل پراسیکیوٹر جنرل، پنجاب

بابت جواب دہندگان:

عدالتی نوٹس پر

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب بذاتِ خود (ترکی سے ویڈیو لنک کے ذریعے)
مولانا فضل الرحمٰن ، بذات خود
مفتی شیر محمد خان ، بذات خود
مولانا طیب قریشی صاحب ، بذات خود
سید جواد علی نقوی ، بذات خود (لاہور سے ویڈیو لنک کے ذریعے)
صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر ، بذات خود
ڈاکٹر فرید احمد پراچہ (حافظ نعیم الرحمٰن کی جانب سے)
مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن ، بذات خود
مفتی سید حبیب الحق شاہ (مفتی منیب الرحمٰن کی جانب سے)
حافظ احسان احمد ، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ (پروفیسر ساجد میر کی جانب سے)
مفتی عبد الرشید ، (مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ کی جانب سے)

سماعت کی تاریخ...... ۲۲/اگست ۲۰۲۴ء

فیصلہ

❶ - وفاق پاکستان اور حکومتِ پنجاب کی جانب سے فوجداری متفرق درخواست نمبر: ۱۱۱۳، بابت ۲۰۲۴ء دائر کی گئی ، جس میں کہا گیا ہے کہ حکم نامہ مؤرخہ ۲۴/جولائی ۲۰۲۴ء میں غلطیاں ہیں جن کی تصحیح کی ضرورت ہے ۔ یہ درخواست مجموعہ ضابطۂ فوجداری ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۵۶۱/اے مع سپریم کورٹ رولز ۱۹۸۰ء کے آرڈر XXXIII کے رول ۶ و مجموعہ ضابطۂ دیوانی ۱۹۰۸ء کی دفعات ۱۵۲، ۱۵۳ کے تحت دی گئی ہے ۔ ہم ابتدا میں ہی یہ واضح کرتے ہیں کہ اس عدالت کے پاس ''دوسری نظرِ ثانی'' کا اختیار نہیں ہے ، اس لیے یہ تصور نہ کیا جائے کہ اب جو فیصلہ جاری کیا جارہا ہے ، یہ دوسری نظر ثانی ہے ۔ یہ وضاحت بھی کی جاتی ہے کہ یہ فیصلہ تصحیح کے لیے دی گئی درخواست پر دیا جارہا ہے ، اور اب غلطیوں کی تصحیح کے بعد اس کو عدالت کا فیصلہ تصور کیا جائے گا ، اور اس کے بعد حکم نامہ مؤرخہ ۶/فروری ۲۰۲۴ء اور نظر ثانی فیصلے مؤرخہ ۲۴/جولائی ۲۰۲۴ء کی کوئی قانونی حیثیت نہیں رہتی اور اُسے واپس لیا جاتا ہے ۔

❷ - درخواست میں درج ذیل علمائے کرام کو سننے کی بھی استدعا کی گئی تھی، تو ان علمائے کرام کو نوٹس دیا گیا:

- مفتی محمد تقی عثمانی، جامعہ دارالعلوم، کراچی
- مفتی منیب الرحمٰن، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی
- مولانا زاہدالراشدی، گوجرانوالہ
- مفتی شیر محمد خان، بھیرہ
- مولانا فضل الرحمٰن، صدر جمعیت علمائے اسلام
- حافظ نعیم الرحمٰن، امیر جماعت اسلامی
- پروفیسر ساجد میر، امیر جمعیت اہل حدیث، پاکستان
- مولانا انوارالحق، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک
- مولانا طیب قریشی، چیف خطیب خیبر پختونخوا، امام مسجد مہابت خان، پشاور
- سید جوادعلی نقوی، جامعۃ العروۃ الوثقیٰ، لاہور
- مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن، جماعت اسلامی
- صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، ملی یکجہتی کونسل
- مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، امیر مجلس تحفظ ختم نبوت، کراچی

❸ - مفتی محمد تقی عثمانی نے ترکیہ سے، محترم سید جوادعلی نقوی نے لاہور سے وڈیو لنک پر دلائل دیے، درج ذیل علمائے کرام نے عدالت کے سامنے بنفسِ نفیس دلائل پیش کیے:

- مولانا فضل الرحمٰن، صدر جمعیت علمائے اسلام، پاکستان
- مفتی شیر محمد خان، رئیس دارالافتاء، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ
- مولانا محمد طیب قریشی، چیف خطیب خیبر پختونخوا
- صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، صدر ملی یکجہتی کونسل
- مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن، جامعہ اسلامیہ تفہیم القرآن، مردان

مفتی منیب الرحمٰن، حافظ نعیم الرحمٰن، پروفیسر ساجد میر اور مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ بوجوہ شریک نہیں ہو سکے، لیکن ان کی نمائندگی بالترتیب مفتی سید حبیب الحق شاہ، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، جناب حافظ احسان احمد ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، اور مفتی عبدالرشید نے کی۔

❹ - دورانِ سماعت علماء کرام نے فرمایا کہ دینی پہلوؤں پر بالخصوص پیراگرافوں ۷، ۴۲ اور

۴۹ (ج) سے وہ مطمئن نہیں ہیں اور انہیں حذف کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض اہلِ علم نے چند دیگر پیراگرافوں پر بھی اعتراض کیے، مگر سب کی رائے یہ تھی کہ صرف ان پیراگرافوں کو حذف کرنے سے شاید مزید ابہام پیدا ہو، انہوں نے اس موضوع پر اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پیشِ نظر رکھنے پر بھی زور دیا (جن کو پہلے سنا جا چکا ہے)۔ فاضل حافظ احسان احمد ایڈووکیٹ سپریم کورٹ جو پروفیسر ساجد میر کی نمائندگی کررہے تھے، نے یہ رائے پیش کی کہ اس فیصلے کو دوبارہ تحریر کیا جائے اور ان کی اس رائے سے تمام علمائے کرام نے اتفاق کیا۔ ان کی اس متفقہ رائے کو مدِنظر رکھتے ہوئے اب یہ فیصلہ جاری کیا جارہا ہے۔

❺ - عدالت کے سامنے دینی مسئلہ تفسیرِ صغیر، جو مرزا بشیر الدین محمود کی تصنیف ہے، کے متعلق ہے۔ فاضل اہلِ علم کو سننے اور ان کے دلائل سمجھنے کے بعد عدالت نے ۲۲/اگست ۲۰۲۴ء کو درج ذیل مختصر حکم نامہ جاری کیا:

تفصیلی دلائل سننے کے بعد وفاق کی درخواست منظور کرتے ہوئے عدالت اپنے حکم نامے مؤرخہ ۶/فروری ۲۰۲۴ء اور فیصلے مؤرخہ ۲۴/جولائی ۲۰۲۴ء میں تصحیح کرتے ہوئے معترضہ پیراگرافوں کو حذف کرتی ہے اور ان حذف شدہ پیراگرافوں کو نظیر کے طور پر پیش/ استعمال نہیں کیا جاسکے گا۔ ٹرائل کورٹ ان پیراگرافوں سے متاثر ہوئے بغیر مذکورہ مقدمے کا فیصلہ قانون کے مطابق کرے۔ اس مختصر حکم نامے کی تفصیلی وجوہات بعد میں جاری کی جائیں گی۔ مذکورہ تفصیلی وجوہات درج ذیل ہیں:

❻ - جب یہ مقدمہ پہلے سنا گیا تھا تو ہمیں تفسیرِ صغیر یا اس کے مصنف کے بارے میں علم نہیں تھا، اس لیے فیصلے میں نمایاں غلطی ہوئی۔ اب ہم نے دونوں کے متعلق کچھ بنیادی معلومات حاصل کی ہیں۔ تفسیرِ صغیر کے مصنف کے چار پہلو ہیں: پہلا: مصنف ہونے کا، دوسرا: مرزا غلام احمد قادیانی کے فرزند ہونے کا، تیسرا: اپنے والد کے عقائد اور تصورات کے پیروکار ہونے کا، اور چوتھا: اپنے آپ کو خلیفۃ المسیح الثانی، یعنی اپنے مسیح کا دوسرا خلیفہ کہلوانے کا۔ یہاں مرزا بشیر الدین محمود نے ''مسیح'' اپنے والد مرزا غلام احمد قادیانی کو کہا ہے اور احمدی/ قادیانی حکیم نور الدین بھیروی کو ''پہلا خلیفہ'' اور مرزا بشیر الدین محمود کو ''دوسرا خلیفہ'' کہتے ہیں، اس لیے ہم نے ضروری سمجھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف کا بھی جائزہ لیا جائے۔

❼ - مرزا غلام احمد کی پیدائش ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان میں ہوئی اور اسی لیے اپنے نام کے ساتھ قادیانی لکھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے بہت کچھ لکھا ہے اور ان کے ۸۴/رسالوں کا مجموعہ روحانی خزائن کے عنوان سے نظارت اشاعت ربوہ نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے شائع کیا ہے جو کہ ۲۳/جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس فیصلے میں دیے گئے حوالے اس مجموعے سے ہیں۔

❽ - روحانی خزائن کا جائزہ لینے پر ہمیں کافی تعجب ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے انبیائے کرامؑ، بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام (Jesus Christ) اور ان کی والدہ محترمہ بی بی مریم علیہا السلام (Mary) کے متعلق بھی کئی مقامات پر بہت ہی غیر مناسب باتیں لکھی ہیں۔ ہم ان کلمات کو اپنے فیصلے میں نقل کرنا مناسب نہیں سمجھتے، کیونکہ اس طرح ان کی بلا وجہ تشہیر ہوگی، جو کہ نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ مسیحی برادری کے لیے بھی دل آزاری کی باعث ہوگی۔ (۱)

❾ - مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرات اور تفسیر صغیر میں کئی مقامات پر حضرت محمد ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری رہنے کا دعویٰ کیا گیا ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے نبی، مسیح موعود، مہدی موعود اور اس طرح کے دوسرے القابات اختیار کیے گئے ہیں۔ (۲)

❿ - اسلام کا ایک بنیادی اصول ہے کہ مسلمان وہی ہوسکتا ہے جو قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی آخری نازل کی ہوئی کتاب اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول اور نبی مانتا ہو اور آپ ﷺ کے بعد سلسلۂ وحی کے انقطاع پر ایمان رکھتا ہو:

''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔''

(سورۃ الاحزاب (۳۳)، آیت: ۴۰)

ترجمہ: ''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں۔''

''وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ'' (سورۃ الانعام (۶)، آیت: ۹۳)

ترجمہ: ''اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے، حالانکہ اس پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو، اور اسی طرح وہ جو یہ کہے کہ میں بھی ویسا

(۱) روحانی خزائن، ج ۱۱ ص ۳۸: ج ۱۱ ص ۲۸۹، ۲۹۱: ج ۲۳ ص ۱۸، ۱۷، ص ۳۵ ۴: ج ۲۲ ص ۱۵۹: ج ۲۲ ص ۴۰۶: ج ۲۲ ص ۵۲۱، ج ۲۳ ص ۱۶۴، ۱۸۱، ۱۹۱۔

(۲) مرزا غلام احمد قادیانی نے رسالے حقیقۃ الوحی میں پوری صراحت کے ساتھ اپنی نبوت کا دعوی کیا ہے: روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۵۰۳ تفسیر صغیر میں ایسے دعووں کے لیے دیکھیے: (تفسیر صغیر (اسلام آباد: اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ ۱۹۹۰ء) ص ۷۹۱: ص ۱۱۹، ۱۲۰: ۱۵۱ ۶ اور ص ۷۲۶)

ہی کلام نازل کردوں گا، جیسا اللہ نے نازل کیا ہے؟ اور اگر تم وہ وقت دیکھو (تو بڑا ہولناک منظر نظر آئے) جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں گرفتار ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے (کہہ رہے ہوں گے کہ) اپنی جانیں نکالو، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس لیے کہ تم جھوٹی باتیں اللہ کے ذمہ لگاتے تھے، اور اس لیے کہ تم اس کی نشانیوں کے خلاف تکبر کا روّیہ اختیار کرتے تھے۔

⓫ - یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد دفعہ فرمائی ہے:

''إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ''(۳)

''رسالت اور نبوت ختم ہوچکیں، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے، نہ کوئی نبی۔''

''اَنَا الْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ''(۴)

ترجمہ: ''میں سب کے بعد آنے والا ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔''

''اِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ''(۵)

ترجمہ: ''بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

''كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَآءُ؛ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ؛ وَإِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ، وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ''(۶)

ترجمہ: ''بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرتے تھے اور ایک نبی کی وفات کے بعد دوسرے نبی اُن کی جگہ لے لیتے، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ حکمران ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ختم نبوت کی اس حقیقت کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کس خوبصورت اور بلیغ مثال کے ذریعے واضح کیا ہے:

''إِنَّ مَثَلِيْ وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِيْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَ يَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَ يَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ؟ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ.''(۷)

ترجمہ: ''میری اور مجھ سے پہلے کے تمام انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک گھر

(۳) أبو عيسىٰ محمد بن عيسى الترمذي، سنن الترمذي، كتاب الرؤيا، باب: ذهبت النبوة، حدیث نمبر: ۲۲۷۲
(۴) مسلم بن الحجاج القشيري، صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب في أسمائه، حدیث نمبر: ۲۳۵۴
(۵) أبو عبدالله محمد بن إسماعيل البخاري، صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، حدیث نمبر: ۳۴۵۵
(۶) أيضاً، كتاب أحاديث الأنبياء، حدیث نمبر ۳۴۵۵
(۷) أيضاً، كتاب المناقب، باب خاتم النبيين، حدیث نمبر: ۳۵۳۵

بنایا اور اس میں ہر طرح کی زینت پیدا کی، لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ اب تمام لوگ آتے ہیں اور مکان کو چاروں طرف سے گھوم کر دیکھتے ہیں اور تعجب میں پڑ جاتے ہیں، لیکن یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ یہاں پر ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النّبیین ہوں۔‘‘

⑫- اُمت کا اس پر اجماعِ کلی قطعی ہے کہ ’’خاتم النّبیین‘‘ کے معنی ’’آخر النّبیین‘‘ ہے اور یہ کلمات قرآنی قطعی الثبوت ہونے کے ساتھ ساتھ قطعی الدلالت بھی ہیں، غیر مؤوّل ہیں، لہٰذا لفظ ’’خاتم‘‘ پر لفظی ابحاث قطعی غیر متعلقہ، بے محل اور ناقابلِ توجہ ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے امتِ مسلمہ کے اس اجماعی عقیدے کی تصریح کرتے ہوئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کے ختم ہونے پر ایمان کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا، فرمایا:

’’انَّ الْاُمَّةَ فَهِمَتْ بِالْإِجْمَاعِ مِنْ هٰذَا اللَّفْظِ، وَمِنْ قَرَائِنِ اَحْوَالِهٖ، اَنَّهٗ اَفْهَمَ عَدَمَ نَبِيٍّ بَعْدَهٗ اَبداً، وَعَدَمَ رَسُوْلِ اللهِ اَبداً، وَاَنَّهٗ لَيْسَ فِيْهِ تَاْوِيْلٌ، وَلَا تَخْصِيْصٌ؛ فَمُنْكِرُ هٰذَا لَا يَكُوْنُ إِلَّا مُنْكِرَ الْإِجْمَاعِ.‘‘(۸)

ترجمہ: ’’اس لفظ (خاتم النّبیین) سے اور اس کے حالات کے قرائن سے اُمت نے اجماعی طور پر یہ سمجھا ہے کہ آپ نے اپنے بعد کسی نبی کے اور کسی رسول کے کبھی نہ آنے کی بات سمجھائی ہے، اور یہ کہ اس کی اور کوئی تاویل نہیں ہے، نہ ہی اس کی تخصیص کی گئی ہے، اس لیے اس کا انکار کرنے والا اُمت کے اجماع کا منکر ہے۔‘‘

⑬- اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین نے بھی اس بنیادی اُصول کو تسلیم کرتے ہوئے قرار دیا ہے کہ مسلمان وہ ہیں جو ختمِ نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان رکھتے ہیں۔ آئین کا آغاز اللہ تعالیٰ کے نام اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ اعلیٰ کے اقرار سے ہوتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے پاکستان کے عوام اختیار کو ایک مقدس امانت کے طور پر عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے استعمال کریں گے۔ مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی قرآن وسنت میں مذکور اسلامی تعلیمات کے مطابق بسر کرنے کا حق رکھتے ہیں۔(۹)

---

(۸) ابوحامد محمد بن محمد الغزالی، الاقتصاد في الاعتقاد، تحقیق عبداللہ محمد الخلیلی (بیروت: دار الکتب العلمیہ ۲۰۰۴ء) ص: ۱۳۷۔

(۹) یہ اصول آئین کے دیباچے میں مذکور ہیں جو دراصل اس قرارداد پر مشتمل ہے جو ۱۲/ مارچ ۱۹۴۹ء کو پہلی آئین ساز اسمبلی نے منظور کی تھی اور قراردادِ مقاصد کے عنوان سے مشہور ہے۔ اس قرارداد کے ذریعے پاکستان کے آئین کے بنیادی خدوخال طے کیے گئے۔ ۲۰۱۵ء فوجی عدالتیں قائم کرنے کے لیے آئین میں کی گئی ترمیم کو جب سپریم کورٹ کے سامنے چیلنج کیا گیا، تو بعض ججوں (جسٹس جواد ایس خواجہ اور جسٹس قاضی فائز عیسیٰ) نے الگ الگ فیصلوں میں قرار دیا کہ آئین میں کی گئی ترمیم کو بھی قراردادِ مقاصد میں مذکور اصولوں پر پرکھا جا سکتا

⓮ -آئین نے ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا ہے۔ [۱۰] اور تصریح کی ہے کہ پاکستان کا ریاستی مذہب اسلام ہے۔ [۱۱] آئین نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ پاکستان میں رائج تمام قوانین کو قرآن وسنت میں مذکور اسلامی احکام سے ہم آہنگ بنایا جائے گا اور یہ کہ کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو ان احکام سے متصادم ہو۔ [۱۲]

متعدد قوانین میں یہ تصریح بھی کی گئی ہے کہ ان قوانین کی تعبیر وتشریح قرآن وسنت میں مذکور اسلامی احکام کے مطابق ہوگی [۱۳]، اور قانون نفاذِ شریعت ۱۹۹۱ء میں تمام قوانین کے لیے یہ عمومی اُصول طے کیا گیا ہے۔ [۱۴] چنانچہ ماضی قریب میں سپریم کورٹ (عمل اور طریق کار) ایکٹ ۲۰۲۳ء [۱۵] کی آئین کے ساتھ مطابقت کے متعلق فل کورٹ نے فیصلہ کیا [۱۶]، تو اس میں اس اُصول کی تصریح کی گئی کہ جہاں کسی قانون کی دو تعبیرات ممکن ہوں، تو عدالت اس تعبیر کو اختیار کرے گی جو قرآن وسنت میں مذکور اسلامی احکام اور آئین میں مذکور پالیسی کے اصولوں سے ہم آہنگ ہو۔

⓯ -آئین اور قانون کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ کسی اور مذہب کی توہین کرے یا اس کی مقدس شخصیات کے متعلق غلط بیانی کرے۔ تفسیر صغیر میں اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں بھی مسیحیت اور اسلام دونوں ہی کے متعلق اس اصول کی خلاف ورزی کی ہے۔ نیز اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے قادیانیوں کو اس امر کا پابند کر چکے ہیں کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے دینی شعائر کو استعمال نہیں کر سکتے۔

⓰ -آئین کی دفعہ ۲۰ میں مذہبی آزادی کے حق کو قانون، اخلاق اور امنِ عامہ کے تابع کیا گیا ہے

---

(۱۰) آئین، دفعہ ۱

(۱۱) ایضا، دفعہ ۲

(۱۲) ایضاً، دفعہ ۲۲۷

(۱۳) مثال کے طور پر دیکھیے: مجموعہ تعزیرات پاکستان، دفعہ ۳۳۸/ایف پنجاب قانون شفعہ ۱۹۹۱ء، دفعہ ۳: خیبر پختونخوا نجی قرضوں پر سود کی ممانعت کا قانون ۲۰۱۶ء دفعہ ۱۷

(۱۴) قانون نفاذ شریعت ۱۹۹۱ء، دفعہ ۴

(15) Supreme Court(Practice and Procedure) Act, 2023.

(۱۶) راجا عامر خان بنام وفاق پاکستان

PLJ 2024 Supreme Court 114

When two interpretations are possible, the one that conforms with theInjunctions of Islam shall be adopted

ترجمہ: جب دو تعبیرات ممکن ہوں، تو اس تعبیر کا اختیار کرنا لازم ہے جو اسلامی احکام کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔

اور مجموعۂ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵/اے نے مذہبی جذبات مجروح کرنے اور مقدسات کی توہین کو قابلِ سزا جرم قرار دیا ہے، چنانچہ آزادیِ رائے کے نام پر کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی اور کی تضحیک کرے یا اس کے مذہبی جذبات کو مجروح کرے۔

حقوقِ انسانی کا بین الاقوامی قانون بھی اس کی ممانعت کرتا ہے اور اقوام متحدہ کے سیاسی وشہری حقوق کے بین الاقوامی میثاق ۱۹۶۶ء میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ (۱۷) اسی طرح کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی ایسے مذہب کا پیروکار ظاہر کرے، جس کے بنیادی عقیدے سے ہی وہ انکاری ہو، لہٰذا قادیانیوں کا اپنے آپ کو ''مسلمان'' یا ''احمدی مسلمان'' کہلانا درست نہیں ہے۔

⑰- آئین نے بھی مسلمان کی تعریف متعین کر دی ہے۔ جب یہ مسئلہ کھڑا ہوا تو پارلیمان میں تفصیلی مباحثہ ہوا اور قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ جو خود کو احمدی کہتے ہیں، کا موقف سننے اور سمجھنے کے لیے قومی اسمبلی کے پورے ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی تشکیل دی گئی، کیونکہ ایوان میں صرف ایوان کے ارکان ہی بات کر سکتے تھے، لیکن کمیٹی کسی بھی فرد کو سن سکتی تھی۔ (۱۸) مقننہ کی اس خصوصی کمیٹی کی کارروائی ۵/اگست ۱۹۷۴ء کو شروع ہوئی اور ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو پوری ہوئی۔ (۱۹) کارروائی اس وقت کے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے چلائی۔ خصوصی کمیٹی میں قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کا موقف سامنے آیا اور نتیجتاً اس پر اتفاق ہوا کہ وہ غیر مسلم ہیں۔

⑱- اس کے بعد خصوصی کمیٹی نے درج ذیل سفارشات متفقہ طور پر منظور کر کے قومی اسمبلی کو بھیج دیئے:

(A) That the Constitution of Pakistan be amended as follows:

(i) That in Article 106(3) a reference be inserted to persons of the Qadiani Group and the Lahori Group (who call themselves

---

(17) International Covenant on Civil and Political Rights, 1966, Articles 18(3) and 20(2)

(۱۸) قومی اسمبلی نے یہ خصوصی کمیٹی ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو بنائی۔ دیکھئے:

The National Assembly of Pakistan Debates: Final Report, Third Session of 1974, Sunday, the 30th June 1974, pp. 1302-1309

(۱۹) کارروائی درج ذیل (کل (۲۱) دنوں میں کی گئی: ۵/اگست سے ۱۰/اگست تک، پھر ۲۰/اگست سے ۲۴/اگست تک، پھر ۲۷/اگست سے ۳۱/اگست تک، پھر ۲ ستمبر سے ۳ ستمبر تک اور پھر، ۵ ستمبر سے ۷ ستمبر تک۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو خصوصی کمیٹی کی سفارشات قومی اسمبلی میں پیش کی گئیں اور پھر اس کی روشنی میں قومی اسمبلی نے دوسری آئینی ترمیم کا بل متفقہ طور پر منظور کیا:

The National Assembly of Pakistan Debates: Final Report, Third Session of 1974, Saturday, the 7th September 1974, pp. 559-574

Ahmadis):

(ii) That a non-Muslim may be defined in a new clause in Article 260.

To give effect to the above recommendations, a draft Bill unanimously agreed upon by the Special Committee is appended).

B (That the following explanation be added to section 295-A of the Pakistan Penal Code:

"Explanation A Muslim who professes, practices or propagates against the concept of the finality of the Prophethood of Muhammad(peace be upon him) as set out in clause (3) of Article 260 of the Constitution shall be punishable under this section"

(C) That the consequential legislative and procedural amendments may be made in the relevant laws, such as the National Registration Act, 1973, and the Electoral Rolls Rules, 1974).

(D) That the life, liberty, honour and fundamental rights of all citizens of Pakistan, irrespective of the Communities to which they belong, shall be fully protected and safeguarded. (۲۰)

ترجمہ: (ا) کہ پاکستان کے آئین میں درج ذیل طور پر ترمیم کی جائے:

(i) کہ دفعہ (۳)۱۰۶ میں قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ (جوخود کو احمدی کہتے ہیں) کی طرف حوالہ شامل کیا جائے؟

(ii) کہ دفعہ ۲۶۰ کی ایک نئی شق میں غیر مسلم کی تعریف دی جائے۔ ان سفارشات کو عملی صورت دینے کے لیے خصوصی کمیٹی کا متفقہ طور پر منظور کیا گیا مسودہ ضمیمہ میں شامل کیا گیا ہے۔

(ب) کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵/اے میں درج ذیل توضیح کا اضافہ کیا جائے:

’’توضیح: اگر آئین کی دفعہ ۲۰۰ کی شق (۳) میں طے کیے گئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے تصور کے خلاف کوئی مسلمان عقیدہ رکھے، اس پر عمل کرے یا اس کی تبلیغ کرے، تو اسے اس

---

(۲۰) دیکھئے:

Proceedings of the Special Committee of the Whole House to Consider the Qadiani Issue, Saturday, the 7th September, 1974, pp. 3080-3081

دفعہ کے تحت سزا دی جا سکے گی۔‘‘

(ج) کہ نتیجتاً متعلقہ قوانین، جیسے نیشنل رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء، اور الیکٹورل رول رولز ۱۹۷۴ء میں قانونی اور ضابطے کی ترامیم کی جائیں گی۔

(د) پاکستان کے تمام شہریوں، خواہ ان کا تعلق کسی برادری سے ہو، کی زندگی، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کی مکمل حفاظت کی جائے گی اور تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ (۲۱)

⑲- آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ذیلی دفعہ (۳) میں قرار دیا گیا ہے:

In the Constitution and all enactments and other legalinstruments, unless there is anything repugnant in the subject orcontext:

(a)"Muslim" means a person who believes in the unityand oneness of Almighty Allah, in the absolute and unqualified finality of the Prophethood of Muhammad (peace be upon him) the last of the prophets, and doesnot believe in, or recognize as a prophet or religious reformer, any person who claimed or claims to be a prophet, in any sense of the word or of any description whatsoever, after Muhammad (peace be upon him) and.

(b)"non-Muslim" means a person who is not a Muslim and includes a person belonging to the Christian, Hindu, Sikh, Buddhist or Parsi community, a person of the Quadiani Group or the Lahori Group who call themselves.

'Ahmadis or by any other name or a Bahai, and a person belonging to any of the Scheduled Castes. (22)

ترجمہ: آئین میں اور تمام قوانین اور قانونی دستاویزات میں، جب تک موضوع یا سیاق میں اس کے برعکس مفہوم نہ ہو:

---

(۲۱) ایضاً ص ۳۰۸۱: ان سفارشات پر ایوان کے درج ذیل ارکان نے دستخط کیے تھے: جناب عبدالحفیظ پیرزادہ، مولوی مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی، پروفیسر غفور احمد، جناب غلام فاروق، چوہدری ظہور الٰہی، سردار مولا بخش سومرو۔

(22) Article 6of the Constitution(Third Amendment) Order 1985 (President's Order No. 24 of 1985) 19th March 1985,Gazette of Pakistan, Extraordinary, Part I, 19th March 1985.

(الف)''مسلمان'' سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کی وحدانیت اور توحید پر ایمان رکھے، حضرت محمد ﷺ کی ختمِ نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان رکھے اور حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی شخص پر، جس نے خود کو نبی کہا تھا یا کہتا ہے، ایمان نہ رکھے، نہ ہی اسے نبی یا مذہبی مصلح کے طور پر تسلیم کرے؟

(ب)''غیر مسلم'' سے مراد وہ شخص ہے جو مسلمان نہیں ہے اور اس کے مفہوم میں وہ شخص شامل ہے جو مسیحی، ہندو، سکھ، بدھسٹ یا پارسی برادری سے تعلق رکھتا ہو، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی کہتے ہیں) کا فرد، یا کوئی بہائی، اور جدولی ذاتوں سے تعلق رکھنے والا شخص۔

⑳- علمائے کرام نے دو عدالتی نظائر کا بھی درست حوالہ دیا۔ وفاقی شرعی عدالت نے مقدمہ بعنوان ''مجیب الرحمٰن بنام حکومت پاکستان''(۲۳) میں تفصیلی بحث کے بعد یہ فیصلہ دیا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعات ۲۹۸-بی اور ۲۹۸-سی قرآن وسنت میں مذکور اسلامی احکام سے متصادم نہیں ہیں؟ اور سپریم کورٹ نے مقدمہ بعنوان ''ظہیر الدین بنام ریاست''(۲۴) کے فیصلے میں قرار دیا کہ مذکورہ دفعات اور شقوں میں کوئی بھی آئین میں مذکور بنیادی حقوق سے متصادم نہیں ہے۔ سپریم کورٹ نے یہ بھی واضح کیا کہ مذکورہ دفعات میں احمدیوں/ قادیانیوں کو جن اصطلاحات اور تراکیب کے استعمال سے روکا گیا ہے، ان کا دینِ اسلام میں مخصوص مفہوم ہے اور جو لوگ مسلمان نہیں ہیں وہ اپنے مذہبی اُمور میں ان کے استعمال سے مسلمانوں کو دھوکے میں ڈال سکتے ہیں جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔(۲۵)

㉑- آئین اور قانون نے مختلف حقوق کے درمیان توازن قائم کر رکھا ہے۔ آئین میں جن بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے، ان میں کئی حقوق کے ساتھ مختلف الفاظ میں یہ قید لگائی گئی ہے، مثلاً کئی حقوق کے متعلق قرار دیا گیا ہے کہ عوامی مفاد(۲۶) میں یا امن عامہ کی خاطر(۲۷)، یا پاکستان کی حاکمیت یا سالمیت، امنِ عامہ یا اخلاق کی خاطر(۲۸)، یا اس نوعیت کے دیگر اقدار کی بنیاد پر قانون کے ذریعے معقول قیود عائد کی جاسکتی ہیں۔ ان متعدد حقوق کی طرح مذہبی آزادی کا حق بھی قانون، امنِ عامہ

(23) PLD 1985Federal Shariat Court 8.

(24) 1993 SCMR 1718.

(۲۵) ایضاً ص ۱۷۵۱۔

(۲۶) آئین، دفعہ ۱۵۔

(۲۷) ایضاً، دفعہ ۱۶۔

(۲۸) ایضاً، دفعہ ۱۷۔

اور اخلاق کے تابع ہے۔ (۲۹)

㉒ -خصوصی کمیٹی کے مباحث میں بعض ارکان نے اور دورانِ سماعت بعض علمائے کرام نے بھی اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں پر رسول اللہ ﷺ کے بہترین اخلاق کی پیروی لازم ہے اور یہ کہ ان کے بہترین اخلاق سے بھی عیاں ہے کہ وہ خاتم النّبیین ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت قرار دیا ہے اور آپ کے بہترین اخلاق کی گواہی دی ہے:

''وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ''(۳۰)

ترجمہ: ''اور یقیناً آپ بہت عمدہ اخلاق پر ہیں۔''

''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ''(۳۱)

ترجمہ: ''اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نہ صرف رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے، بلکہ آپ کی اتباع کا بھی حکم دیا ہے اور آپ کے اعلیٰ کردار کو مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے:

''وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ''(۳۲)

ترجمہ: ''اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ''(۳۳)

ترجمہ: ''کہہ دیجیے، اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، خود اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ''(۳۴)

ترجمہ: ''یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لیے

(۲۹) ایضاً، دفعہ ۲۰۔

(۳۰) سورۃ القلم: آیت ۴

(۳۱) سورہ الانبیاء: آیت ۱۰۷

(۳۲) سورہ آل عمران: آیت ۱۳۲

(۳۳) سورہ آل عمران: آیت ۳۱

(۳۴) سورۃ الاحزاب: آیت ۲۱

جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔''

23- عدالت ہذا وفاق اور حکومت پنجاب کی جانب سے دائر کی گئی تصحیح کی درخواست، جس کی تائید علمائے کرام نے بھی کی، منظور کرتے ہوئے قرار دیتی ہے کہ:

(الف) حضرت محمد ﷺ کی ختمِ نبوت پر ایمان اس امر کے ساتھ مشروط ہے کہ آپ ﷺ کو خاتم النّبیین بمعنی ''آخر النّبیّین'' مانا جائے۔

(ب) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ (۳) ۲۶۰ میں بھی ختمِ نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان کو مسلمان کی تعریف کا لازمی جزو قرار دیا گیا ہے، اور اس سلسلے میں کوئی اور تاویل یا توجیہ قابلِ قبول نہیں ہے، جس طرح دنیا کے ہر ملک وریاست کے ہر پابندِ آئین وقانون شہری پر لازم ہے کہ وہ اپنے اس ملک کے آئین وقانون کو لفظاً ومعنیً تسلیم کرے اور آئین ''اُم القوانین'' ہوتا ہے، اس لیے قادیانیوں پر بھی لازم ہے کہ وہ آئین میں طے شدہ اپنی آئینی حیثیت کو تسلیم کریں، تو اس کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے ان کے حقوق کا تعین بھی ہو سکے گا اور تحفظ بھی ہو سکے گا۔

(ج) خود کو احمدی/ قادیانی کہنے والوں کے مذہبی حقوق کے مسئلے پر ''مجیب الرحمٰن بنام حکومت پاکستان'' کے مقدمے میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے اور ''ظہیر الدین بنام ریاست'' کے مقدمے میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلے کو لازمی نظیروں کی حیثیت حاصل ہے اور امتناعِ قادیانیت آرڈیننس اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ایک مسلمہ اور نافذ العمل قانون ہے:

(د) غلطیوں کی تصحیح کے بعد موجودہ فیصلے نے حکم نامہ مؤرخہ ۶ر فروری ۲۰۲۴ء اور حکم نامہ مؤرخہ ۲۴ر جولائی ۲۰۲۴ء کی جگہ لے لی ہے اور اب یہ اس مقدمے کا حتمی اور قطعی فیصلہ ہے، البتہ حکم نامہ مؤرخہ ۶ر فروری ۲۰۲۴ء صرف ضمانت کی حد تک مؤثر رہے گا اور ملزم کے خلاف جن دفعات کے تحت مقدمہ دائر کیا گیا تھا، ٹرائل کورٹ ہمارے ۶ر فروری ۲۰۲۴ء یا ۲۴ر جولائی ۲۰۲۴ء کے فیصلوں سے (جو اَب کالعدم ہیں) کسی طرح متاثر ہوئے بغیر مقدمے کی کارروائی جاری رکھے اور تمام حالاتِ مقدمہ کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کرے کہ ملزم پر ان دفعات کے تحت جرم بنتا ہے یا نہیں؟

24- عدالت ان تمام دینی اداروں اور افراد اور خصوصاً ان علمائے کرام کا شکریہ ادا کرتی ہے، جنہوں نے اس اہم مسئلے پر عدالت کی رہنمائی کے لیے اپنی تحریرات بھیجیں یا عدالت میں دلائل پیش کیے۔

چیف جسٹس　　　　جج　　　　جج

اسلام آباد (۱۰ر اکتوبر ۲۰۲۴ء)

اشاعت کے لیے منظور شدہ

حدیث ’’مسلسل بالأولیة‘‘ کی توضیح اور علم کی خصوصیات

خطاب: مفتی رضاء الحق
دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ

بتاریخ ۱۶؍ربیع الاول ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۹؍ستمبر ۲۰۲۴ء جامعہ بنوری ٹاؤن کے سابق استاذ اور جامعہ دار العلوم زکریا ساؤتھ افریقہ کے شیخ الحدیث حضرت مفتی رضاء الحق صاحب مد ظلہم جامعہ تشریف لائے، اس موقع پر جامعہ کے دار الحدیث میں اساتذہ اور طلبہ کرام کے مجمع میں خطاب فرمایا، اور اجازتِ حدیث دی، حدیث ’’مسلسل بالأولیة‘‘ کو بیان کرنے کے بعد اس کی پرمغز تشریح کرتے ہوئے قیمتی نکات ذکر فرمائے، جسے جامعہ کے تخصصِ علومِ حدیث کے طالب علم مولوی محمد انس عطاء اور دورہ حدیث کے طالب علم مولوی محمد احمد شہباز نے قلم بند کیا۔ ادارہ بینات عنوانات وغیرہ کے اضافے کے بعد اس خطاب کو افادۂ عام کی غرض سے شائع کر رہا ہے۔ (ادارہ)

’’بسم الله الرحمٰن الرحيم، الحمد لله ربِّ العالمين، و الصلوٰة و السلام علىٰ سيد الأنبياء و المرسلين، محمدٍ و علىٰ اٰلهٖ و أصحابهٖ و أزواجهٖ و أهل بيتهٖ و ذرّيّاتهٖ و أتباعهٖ أجمعين إلىٰ يوم الدين، أما بعد، فقد قال النبي ﷺ: ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ - أو يَرْحَمُكُمْ - مَنْ فِي السَّمَاءِ. (سنن الترمذي: ۱۹۲٤) أو كما قال النبي ﷺ‘‘

محترم طلبہ کرام! جو دورۂ حدیث کے طالب علم ہیں یا تخصص کے طالب علم ہیں، ان کے سامنے میں نے یہ حدیث پڑھ لی، ہمارے مشائخ خصوصاً ہمارے شیخ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی

مجلس میں اور مدارس کے آخری طلبہ (دورہ حدیث کے طلبہ) کی مجلس میں سب سے پہلے یہ حدیث پڑھتے تھے، ان کی اتباع اور اقتدا میں، میں نے بھی آپ کے سامنے یہ حدیث پڑھی۔ اس حدیث میں ''مسلسل بالأوّلیّة'' کی خاصیت بھی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ طلبہ کے ساتھ رہنے سہنے اور طلبہ کی تربیت کی تعلیم بھی ہے۔ حضرت مفتی محمد حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور اسی طرح حضرت شیخ محمد یونس جونپوری، پھر سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں سے ہم نے مجلسِ علم میں سب سے پہلے یہ حدیث سنی، اور انہوں نے یہ حدیث سب سے پہلے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے سنی، اور انہوں نے سب سے پہلے یہ حدیث اپنے شیخ صاحبِ ''بذل المجهود'' حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنی، اور انہوں نے یہ حدیث سب سے پہلے اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالقیوم بُڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سنی، جو مولانا عبدالحی بڈھانوی کے صاحبزادہ تھے، اور یہ وہی مولانا عبدالحی بُڈھانویؒ ہیں جو ہمارے علاقہ صوبہ (خیبر) پختون خواہ میں آئے تھے اور سخا کوٹ سے آگے بٹ خیلہ کے قریب بہت بڑا قبرستان ہے، اس قبرستان میں مولانا عبدالحی بُڈھانویؒ کی قبر ہے۔

عبدالحی نام کی شخصیت

مولانا عبدالحی (نام کے) کئی حضرات گزرے ہیں، اور سب عالم فاضل اور بہت اونچے درجہ کے تھے:

❶ -مولانا عبدالحی لکھنوی، ان کو تو ہم اور آپ جانتے ہیں، جن کا انتقال اُنتالیس سال کی عمر میں ہوا تھا، ایک کم چالیس، اور اس کے باوجود اُن کے قلم سے ہزاروں صفحات نکلے ہیں اور بے شمار کتابیں لکھی ہیں، عالم فاضل تھے اور چودہ سال کی عمر میں تعلیم فرمایا کرتے تھے، معلّم تھے اور تدریس کرتے تھے۔ اور ہم نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے کہ مولانا عبدالحی لکھنوی مدرس بھی تھے اور کھیل رہے تھے، چودہ سال کی عمر کیا چیز ہے؟ آپ کو معلوم ہے، کھیل رہے تھے، تو کسی نے کہا: آپ مدرس ہو کر کے کھیل رہے ہیں؟ تو انہوں نے ایک شعر کہا:

شَیْئانِ عَجیبانِ هما أبْرَد مِن یَخْ
شَیْخٌ یتصبَّأ وَ صَبِیٌّ یتشَیَّخْ

یعنی ''دو چیزیں یخ سے (جمے ہوئے پانی اور برف سے) ٹھنڈی ہیں، (ناقابلِ برداشت ہیں) ''شَیْخٌ یتصبَّأ'' ایک بوڑھا جو بچہ بن جائے، ''صَبِیٌّ یتشَیَّخْ'' اور دوسرا بچہ جو بوڑھا بن جائے۔''

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی اولاد نہیں تھی، انہوں نے اپنے ایک مرید سے کہا:

''اپنے بچہ کو لائیے، تاکہ تھوڑی دیر اُن کے ساتھ کھیلیں اور مزاح کریں۔'' وہ اپنے بچہ کو لائے اور اس کو بہت مؤدّب بنایا: اس طرح بیٹھو گے، اس طرح اُٹھو گے، اس طرح سلام کرو گے۔ جب وہ آیا اور اس نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ادب کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا شروع کیا، تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''بھائی! میں نے تو کہا بچہ کو لائیے، آپ تو اپنے باپ کو لے آئے''! بچپن کی خصوصیات الگ ہوتی ہیں، اور بڑھاپے کی خصوصیات الگ ہوتی ہیں، تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک تو یہ مولانا عبدالحی ہیں۔

❷ - دوسرے مولانا عبدالحی سورتی ہیں، جو ہندوستان کے گجرات کے بہت بڑے عالم تھے اور بہت سی تصانیف انہوں نے لکھی ہیں۔ اور ان کی جمعہ کے خطبات کی ایک کتاب بھی ہے، جو بالکل مقاماتِ (حریری) کے طرز پر ہے، اور اتفاق سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی اور ان مولانا عبدالحی سورتی کے خطبات پر ہم نے تعلیقات کا کام کیا، افسوس کی بات یہ ہے کہ ہندوستان سے ایک یا دو مرتبہ چھپی اور پاکستان سے نہیں چھپی! ورنہ وہ مقامات کے ساتھ مطالعہ کرنے کے قابل کتاب ہے! ان کی اور بھی بہت سی کتابیں ہیں، ممکن ہے کہ آپ نے اُن کا نام سنا ہو یا نہ سنا ہو، یہ ہیں عبدالحی سورتی۔

❸ - اور ایک مولانا عبدالحی تیسرے ہیں، جنہوں نے رجال پر بہت کام کیا اور مصنفین کے حالات لکھے ہیں اور وہ مولانا عبدالحی لکھنوی کے بعد گزرے ہیں، اور یہ ہمارے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ کے بالواسطہ یا بالذات استاذ بھی تھے۔ تو وہ مولانا عبدالحی رجال کے ماہر تھے اور تصنیفات کے ماہر تھے، اور انہوں نے جو رجال پر کتاب لکھی ہے وہ سب سے جامع کتاب ہے۔ انہوں نے جب مولانا عبدالحی لکھنوی کے حالات لکھے ہیں تو اس میں لکھا ہے: ''میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے عبدالحی لکھنوی کا ہم نام بنایا، میرا نام بھی عبدالحی ہے اور مولانا عبدالحی لکھنوی کا نام بھی عبدالحی ہے، ممکن ہے کہ اس نام کی شرکت کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے مقبول بنا دے، جیسے ان کو مقبول بنایا۔'' یہ مولانا عبدالحی تیسرے نمبر پر تھے۔

❹ - اور چوتھے مولانا عبدالحی وہ ہیں جو شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے، اور وہ جہاد کے لیے تشریف لائے تھے، اور فقہ وغیرہ میں بہت ماہر تھے، اور مولانا سید احمد شہیدؒ اُن کو ''شیخ الاسلام'' کہتے تھے اور مولانا اسماعیل شہیدؒ کو ''حجۃ الاسلام'' کہتے تھے، تو ان مولانا عبدالحی بُڈھانویؒ کے صاحبزادہ تھے مولانا عبدالقیوم بُڈھانویؒ، ان سے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے حدیث ''مسلسل بالأوّلیّة'' لی ہے، اور یہ مولانا عبدالحی بڈھانویؒ جہاد میں پھر شہید نہیں ہوئے تھے، جہاد کے لیے تو آئے تھے، لیکن ان کو بواسیر کی بیماری ہوئی اور وہیں جیسے آپ کو بتایا بٹ خیلہ میں ایک بہت بڑا قبرستان ہے (وہیں مدفون

ہیں)، بٹ خیلہ میں دو چیزیں ہیں: ایک تو اس کا بازار بہت مشہور ہے، بہت لمبا بازار ہے۔ ایک اس کا مقبرہ، اس کے مقبرہ میں آدمی چلتے چلتے تھک جاتا ہے، اور اب تک وہاں مولانا عبدالحی بڑھانویؒ کی قبر محفوظ ہے اور معلوم ہے، تاریخ بھی لکھی ہے کہ کس تاریخ کو وفات پائی؟

مدار الاسناد حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

میں عرض کر رہا تھا کہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبدالقیوم بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور مولانا عبدالقیوم بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث ''مسلسل بالأوّلیّة'' حضرت شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے لی ہے۔ اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ''مدار الإسناد'' ہیں۔ ہندوستان میں اور بعض عرب کے علاقے میں جتنی اسانید ہیں وہ سب شاہ محمد اسحاقؒ تک پہنچتی ہیں، حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: ''ایک مرتبہ میرے ذہن میں آیا کہ ہندوستان میں جتنے حدیث پڑھانے والے ہیں (اس وقت ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش ایک تھا) ہند میں جتنے پڑھانے والے ہیں، وہ بریلوی ہوں، غیر مقلد ہوں (جو اہلِ حدیث اپنے آپ کو کہتے ہیں)، یا دیوبندی ہوں یا کسی اور فرقہ سے ہوں، ان سب کو خطوط لکھوں کہ آپ اپنی سندِ حدیث کو بیان کیجیے۔'' اس وقت محدثین بخاری پڑھانے والے بہت کم ہوتے تھے، جب کسی مدرسہ سے شیخ الحدیث چلے جاتے تھے، تو وہ دوسرے شیخ الحدیث کے لیے پریشان ہوتے تھے، اور اس زمانے میں اچھے اچھے شیخ الحدیث تھے، شیخ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے مختلف جماعتوں کو خطوط لکھے، تاکہ ان کا جواب آجائے، کہتے ہیں کہ: بریلویوں کی طرف سے، غیر مقلدین کی طرف سے، دیوبندیوں کی طرف سے، دوسروں کی طرف سے جتنی اسانید تھیں سب شاہ محمد اسحاقؒ تک پہنچی تھیں۔'' اور شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پڑنواسے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ضروری نہیں کہ انسان اور عالم کا سلسلۂ سند پوتے سے پہنچے، کبھی کبھی اللہ تبارک وتعالیٰ سلسلۂ سند، بیٹی کے راستے سے نواسے کے ذریعہ سے بھی پھیلاتے اور پہنچاتے ہیں، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو علم کا مرکز، عمل کا مرکز، نور کا مرکز، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب چیزوں کے مرکز تھے اور ان کا سلسلۂ نسب، سلسلۂ علم اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی بیٹیوں کے ذریعہ سے، اور صاحبزادیوں کی نسل کے ذریعہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے پھیلایا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہما اللہ کا سلسلہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نواسے کے ذریعہ سے پھیلایا۔ اور ہم نے سنا ہے کہ شاہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں اتنی زیادہ فصاحت اور بلاغت نہیں تھی جتنی فصاحت و بلاغت دوسرے علماء میں ہوا کرتی ہے، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ دلوں کو دیکھتے ہیں، اخلاص کو دیکھتے ہیں، ان کے اخلاص کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے پورے سلسلہ کو پھیلایا، دنیا کے کونے کونے میں پھیلایا۔

پہلی وحی کے موقع پر تین بار دبانے کی حکمت

آپ حضرات بخاری جلد اول کی تیسری حدیث میں پڑھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تین مرتبہ دبایا، تین مرتبہ سینہ سے ملا کر دبایا'' وہ جو تین مرتبہ دبانا ہے، اس کی مختلف حکمتیں بیان کی گئی ہیں، مثلاً: ایک حکمت یہ ہے، بھائی! یہ جو علم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے، یہ تین چیزوں پر مشتمل ہے: علم، عمل، دعوت۔ یہ تینوں مشقت کی چیزیں ہیں، تینوں کے لیے تیار ہو جاؤ، ایک مرتبہ دبایا، یعنی یہ علم آپ کو دبائے گا، جب علم آپ کو دبائے گا اور علم کی مشقت برداشت کرو گے تب آپ کے ذریعہ سے علم پھیلے گا:

بِقَدْرِ الْكَدِّ تُكْتَسَبُ الْمَعَالِي وَمَنْ طَلَبَ الْعُلَا سَهِرَ اللَّيَالِي
تَرُومُ الْعِزَّ ثُمَّ تَنَامُ لَيْلًا يَغُوصُ الْبَحْرَ مَنْ طَلَبَ اللآلِي
وَمَنْ طَلَبَ الْعُلَا مِنْ غَيْرِ كَدٍّ اَضَاعَ الْعُمْرَ فِي طَلَبِ الْمُحَالِ

یہ اشعار تو آپ بار بار سنتے ہیں، تو یہ علم انسان کو دبانے والا ہے۔ اور علامہ تفتازانیؒ کے دو شعر تھے، ان کا خلاصہ یہی ہے کہ پہلے میں سوچ رہا تھا کہ یہ ''جنون کے فنون ہیں'' (یعنی) جنون کی مختلف قسمیں ہیں، لیکن علم حاصل کرنے کے بعد مجھے پتا چلا کہ ''جنون، فنون نہیں ہیں''، ''فنون، جنون ہیں''، یہ فنون، آدمی کو مجنون بناتے ہیں، پاگل بناتے ہیں۔ پہلے زمانے میں ایک ایک روایت کے لیے اور ایک ایک علم کے لیے لوگ دور دور کا سفر کرتے تھے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ تین مرتبہ دبایا: (اولاً) علم آپ کو دبائے گا، تیار رہو! اے طالب علم! تیار رہو! بخاری کی ابتدا میں یہ حدیث آئی ہے۔ (ثانیاً) اے طالب علم! عمل آپ کو دبائے گا! اور عمل مشکل کام ہے اور عمل مقصد ہے: ''إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ، وَ أَمْوَالِكُمْ، وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ'' (رواہ مسلم) اللہ تعالیٰ قلب اور عمل کو دیکھتے ہیں، تو عمل مشکل ہے، کسی سے کہا جائے: بھائی! تہجد کے لیے اُٹھنا پڑے گا، اور تہجد میں اتنی رکعتیں پڑھنی پڑیں گی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لیے اُٹھتے تھے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی رکعت میں (سورۃ) بقرۃ پڑھی، دوسری رکعت میں (سورۃ) آل عمران پڑھی، تیسری رکعت میں (سورۃ) نساء پڑھی، چوتھی رکعت میں (سورۃ) مائدۃ پڑھی اور جتنا قیام، اتنا رکوع اور جتنا رکوع، اتنا سجدہ، جتنا رکوع و سجدہ، اتنا قومہ اور اتنا جلسہ، اس میں کتنے گھنٹے لگ گئے ہوں گے؟ یہ حضرت حذیفہؓ سے غالباً ابوداؤد شریف کی حدیث ہے، تو عمل آپ کو دبائے گا۔ پھر اس کے بعد (ثالثاً) دعوت آپ کو دبائے گی، دعوت کا کام آپ کو دبائے گا، اس لیے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: دعوت کے کام میں پرانے لوگوں کو جتنی دلچسپی لینی چاہیے تھی، اتنی دلچسپی نہیں لی، ورنہ جیسے عرب فاتحین کا کام تھا، عرب فاتحین جس ملک میں جاتے تھے، زمین کو بھی

فتح کرتے تھے اور قلوب کو بھی فتح کرتے تھے، اور ہمارے پرانے زمانہ کے فاتحین جہاں جہاں گئے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے کم از کم زمین کی فتوحات تو کی ہیں، لیکن قلوب کی فتوحات نہیں۔

قدیم سجستان اور خراسان کا جغرافیہ

دیکھو! لبنان ہے، وغیرہ وغیرہ ہے، اکثر مسلمان ہوگئے، صحابہ کرامؓ نے فتوحات کی ہیں، ایران ہے، افغانستان ہے، ہمارے علاقہ تک، یہ جو ہمارا علاقہ ہے صوابی وغیرہ، یہاں تک سِجستان ہے، افغانستان دو منطقوں پر مشتمل ہے: ایک خراسان اور ایک سجستان، سجستان قندھار سے لے کر غزنی اور کابل تک اور وہاں سے لے کر یہ ہمارے دریائے سندھ تک جس کو دریائے سندھ کہتے ہیں، اور ہم (اہلِ سرحد) اس کو ''اباسین'' کہتے ہیں، یہ پورا سجستان تھا، اور بلوچستان مکمل اس میں شامل تھا، اس کو کہتے ہیں: ''سجستانِ کبیر''، اب تو ''سیستان'' ایک چھوٹا سا علاقہ رہ گیا ہے۔ اور ''خراسانِ کبیر'' بھی بہت بڑا تھا، ایران کا خراسان، یہ ہرات کا علاقہ اور افغانستان کا مغربی علاقہ اور افغانستان کا شمالی علاقہ اور پورا ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان، ترکمانستان یہ بھی خراسان میں تھا اور (امام) نَسائی وہاں کے رہنے والے ہیں، نسائی ''نَسأ'' کے رہنے والے ہیں اور ''نَسأ'' کا پرانا نام ''نَسأ'' ہے، آج کل ''اشک آباد'' کہتے ہیں، تو یہ پرانا ''نَسأ'' ہے، یہ بھی خراسان میں تھا۔ بخارا، سمرقند، ازبکستان، کرغزستان کے بعض علاقے یہ پورا ''خراسانِ کبیر'' تھا، وہاں صحابہ کرامؓ نے فتوحات کی ہیں، سب مسلمان ہوگئے، افغانستان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عبدالرحمٰن بن سمُرۃ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا، اور عبدالرحمٰن بن سمُرۃ رضی اللہ عنہ نے کابل میں صلاۃ الخوف پڑھی تھی، یہ خود سنن ابوداؤد میں موجود ہے، آپ ان شاء اللہ سنن ابوداؤد میں پڑھیں گے یا پڑھ لی ہوگی۔ پھر اس کے بعد جب حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف پیدا ہوا، اور اختلاف کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمجھتے اور فرماتے تھے کہ: خلافت بعد میں ہے اور دشمنانِ عثمانؓ کو ختم کرنا پہلے ہے، پہلے گند صاف کیا جائے، اس کے بعد خلافت مضبوط ہوگی، اور آسان الفاظ میں میں کہتا ہوں: پہلے انتقام اور بعد میں استحکام، یعنی حکومت کا استحکام بعد میں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ پہلے استحکام (یعنی) میرے ہاتھ پر بیعت کرو، اس کے بعد انتقام۔ یہ اجتہادی اختلاف تھا۔ اس زمانہ میں افغانستان دوبارہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلا، بغاوتیں ہوگئیں، جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خلافت عطا فرمائی، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہت باغیرت شخصیت تھے، انہوں نے پھر عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ جو فتوحات آپ نے کی تھیں ان کو دوبارہ مکمل کریں، حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ افغانستان کو فتح کیا۔ افغانستان، سجستان، خراسان دوبارہ فتح کیا، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا اور وہ بصرہ گئے، عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کا انتقال پھر بصرہ میں ہوا۔ میں یہ عرض کررہا تھا کہ جہاں صحابہ کرامؓ پہنچے وہاں سب مسلمان

ہیں، افغانستان میں سب مسلمان ہیں، ازبکستان میں سب مسلمان ہیں، اور جو پشاور تک کا علاقہ ہے اور ہمارا علاقہ وہ سب مسلمان ہیں، الحمد للہ! یہ بعد میں ملحدین پیدا ہو گئے تو الگ بات ہے، ایران میں سب مسلمان، یہ الگ بات ہے کہ بعد میں روافض بن گئے، اس کے تو صحابہؓ ذمہ دار نہیں۔ اور بعد کے جو فاتحین ہیں وہ فتوحات کرتے رہے، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، لیکن سب لوگ مسلمان نہیں ہوئے۔ تو حضرت شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ، انہوں نے اپنے نانا حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث ''مسلسل بالأوّليّة'' سنی، اور حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے شاہ ولی اللہؒ سے اور شاہ ولی اللہؒ کے بعد کا جو سلسلہ ہے وہ ان کے رسالہ ''الفضل المبين في مسلسلات النبي الأمين'' میں مذکور ہے، وہاں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

حدیث ''مسلسل بالأوّليّة'' میں تسلسل کی ابتدا اور دیگر خصوصیات

علماء کہتے ہیں کہ یہ حدیث ''مسلسل بالأوّليّة'' ہے سفیان بن عیینہؒ تک، سفیان بن عیینہؒ کے استاذ ہیں عمرو ابن دینارؒ، عمرو ابن دینارؒ کے استاذ ہیں ابو قابوسؒ، ابو قابوسؒ کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ''صدوق'' کہا ہے، اور بعض دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ''مجہول'' تھے، کیوں کہ ان سے صرف ایک راوی ہے عمرو بن دینار، دوسرا راوی نہیں ہے، بہر حال! اس حدیث کو سب نقل کرتے ہیں، تین طبقوں میں مسلسل نہیں، عبد اللہ بن عمرو بن العاص صحابیؓ ہیں اکیلے، ان کے تلمیذ ہیں ابو قابوسؒ، وہ اکیلے ہیں، ان کے تلمیذ ہیں عمرو بن دینارؒ، عمرو بن دینارؒ کے بعد ہیں سفیان ابن عیینہؒ، ان سے یہ حدیث بہت زیادہ پھیل گئی ہے۔ اور حدیث ''مسلسل بالأوّليّة'' میں بہت برکت ہوتی ہے، کہتے ہیں کہ اس میں انقطاع کا احتمال نہیں ہوتا، اس لیے کہ ہر ایک کہتا ہے: سب سے پہلے میں نے سنا تو انقطاع کا احتمال ختم ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں حدیث کو تو الگ رکھو، حدیث کی کیفیت کو بھی محدثین نے محفوظ رکھا ہے، حدیث تو اپنی جگہ، حدیث کی کیفیت کو بھی انہوں نے ملحوظ اور محفوظ رکھا ہے، یہ حدیث ''مسلسل بالأوّليّة'' کی خصوصیت ہے، اور اس کے علاوہ یہ بھی حدیث ''مسلسل بالأوّليّة'' یا کوئی بھی حدیث مسلسل ہو، اس کی یہ خصوصیت ہے کہ راویوں نے حدیث کو تو کیا اُس کی کیفیات کو بھی نہیں چھوڑا، حدیث کو کیسے چھوڑتے؟! حدیث میں کیسے جھوٹ بولتے؟ انہوں نے تو حدیث کی کیفیات کو بھی ملحوظ رکھا! میں یہ عرض کر رہا تھا، وہ جو تین مرتبہ دبانا ہے، اس میں علم آدمی کو دباتا ہے، عمل آدمی کو دباتا ہے: العلم من المهد إلى اللحد، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے علم ہے، اور

مکتبِ عشق کے انداز نرالے دیکھے
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

ڈاکٹر آرام سے سوجاتا ہے اور صبح نسخے لکھتا ہے، آپ مدرسین سے پوچھ لیں ان کی نیند حرام ہوتی

ہے، جتنی مرتبہ پڑھائے گا اتنا زیادہ مطالعہ کرے گا۔ تو علم اور عمل، عمل بھی مقصود ہے۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادمِ خاص

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو تو ہم نے بہت قریب سے دیکھا ہے، ان کے دروس میں شرکت کی ہے، ان کی مجالس میں شرکت کی ہے، وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھتے تھے۔ مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم تھے علی بھائی، انگلینڈ کے رہنے والے تھے، اصل میں (افریقی ملک) موزمبیق کے تھے، ایک گجراتی طالب علم تھے، جب بھی حضرت نکلتے تھے، تشریف لاتے تھے، تو ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مسجد تشریف لاتے تھے، وہ باہر انتظار میں رہتے تھے، اب پچھلے سال اُن کا انتقال ہوا، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادے، وہ اتنے اچھے طالب علم تھے کہ اگر کوئی اور طالب علم خدمت کے لیے آگے بڑھتا تو وہ پیچھے ہٹ جاتے، اور حضرت مولانا بنوریؒ چاہتے تھے کہ یہی میری خدمت کریں۔ ایک مرتبہ ایک اور طالب علم یا کوئی اور صاحب آگے بڑھے تو علی بھائی پیچھے ہٹ گئے، مولانا بنوریؒ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا، جو دوسرے ساتھی تھے، انہوں نے مولانا رحمہ اللہ کا جوتا رکھا اور جوتے کی نوک کو قبلہ سے دوسری طرف کردیا، حضرت مولانا بنوریؒ نے فرمایا: جب آپ کو خدمت کا طریقہ نہیں آتا تو خدمت کے لیے کیوں آگے بڑھتے ہیں؟ یعنی جوتے کے پنجہ کو قبلہ کی طرف کرنا چاہیے۔ اتنے چھوٹے چھوٹے اعمال کا بھی وہ خیال رکھتے تھے، جیسے حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی سجدہ کرتا ہے تو ابوحمید ساعدی کی حدیث ہے، آپ نے پڑھی ہے کہ اپنے پنجہ کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے، تو فرماتے تھے: جس طرح ہمارا پنجہ ہے، اسی طرح چپل کا بھی پنجہ ہے، چپل کا پنجہ بھی اسی طرح ہونا چاہیے۔

حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے مولانا یونس جونپوریؒ، جو اپنے زمانے میں بہت بڑے محدث تھے، یہ سارے حالات محدثین کے اور ان کے مالہ وماعلیہ سب اُن کو یاد تھے، اور بہت نازک مزاج بھی تھے، ایک مرتبہ مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ابھی تک آپ کو لاٹھی رکھنا بھی نہیں آیا، یہ لاٹھی کا منہ ہے، اس طرح رکھنا چاہیے۔'' یہ بہتر بات ہے، کوئی ضروری چیز نہیں ہے، لیکن میں عرض کررہا تھا کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی وہ خیال رکھتے تھے، جب چھوٹے چھوٹے اعمال کا خیال رکھتے تھے تو بڑے اعمال کا کیسے خیال نہیں رکھتے ہوں گے؟ اور عمل کی وجہ سے علم میں برکت آتی ہے، عمل کی وجہ سے علم بڑھتا ہے، اب آپ سمجھ لیجیے کہ ایک آدمی مسجد آتا ہے کہ کیا دعا ہونی چاہیے؟ باہر جاتا ہے تو کیا دعا ہونی چاہیے؟ اس کی پریکٹس کرے گا تو وہ (دعا) اس کو آئے گی، عمل نہیں کرے گا تو اس کو علم کیا آئے گا؟!

دوسری حکمت

علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ تین مرتبہ دبانے کی ایک حکمت یہ ہوسکتی ہے کہ تین طبقے دین کو دبائیں گے،

قرآن کریم کی برکت سے اور قرآن کریم کے جاری کرنے سے ان کا مکر وفریب ختم کیا جائے گا، ایک ہے مشرکین، اور نمبر دو ہے اہل کتاب یہود ونصاریٰ جو ہمیشہ (سے) ہمارے دین کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، اور دین کو برباد کررہے ہیں اور ایک ہیں ملحدین جو دین کو نہیں مانتے۔ اور تین مرتبہ دبانے میں اشارہ ہے کہ تین طبقوں کو یاد رکھو: مشرکین اور ہندوؤں کو دیکھو کہ مسلمانوں کے ساتھ کیا کررہے ہیں؟ یہود ونصاریٰ کو فلسطین اور مسجد اقصیٰ میں دیکھو! اور دوسری جگہ پر یہود ونصاریٰ ہمارے ساتھ کیا کرتے ہیں؟ نہ ہماری معیشت کو چھوڑتے ہیں، اور نہ ہماری شریعت کو چھوڑتے ہیں، ہماری معیشت کو بھی برباد کرتے ہیں، اور ہماری شریعت کو بھی برباد کرتے ہیں، اور تیسرے نمبر پر ملحدین جو مذہب کا انکار کرتے ہیں، تو یہ حدیث ''مسلسل بالأوّلیّۃ'' آپ حضرات کے سامنے بیان کی گئی، اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور آپ سب کو عمل کی توفیق عطا فرما دے، اور علم کے نور کی توفیق عطا فرما دے، علم کا نور ذکر سے بھی ہے اور علم کا نور عمل سے بھی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ، ''انعام الحسن'' کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے احسان کیا۔ ایک مرتبہ میں یہاں دارالافتا میں تھا، بنوری ٹاؤن میں تھوڑی خدمت کرتا تھا، ایک سوال آیا کہ انعام الحسن شرعی نام ہے یا شرکی نام ہے؟ سوال سمجھ گئے؟ یہ شرعی نام ہے یا شرکی نام ہے؟ دوسرے جوابوں کے علاوہ ایک جواب یہ بھی ہے کہ اصل نام تو انعام ہے اور الحسن پوری فیملی میں پھیلا ہوا ہے، یہ گویا ان کا لقب اور فیملی نام ہے، اگر کوئی یہ کہے کہ بھائی! بصریین تو کہتے ہیں: موصوف کی اضافت صفت کی طرف ممنوع ہے، إلا بالتأویل، مگر تاویل کریں گے، لیکن کوفیین کا طبقہ (ہمارا تو کوفیین سے زیادہ تعلق ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کوفی تھے) وہ کہتے ہیں کہ: موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہوسکتی ہے، (لہٰذا) انعام الحسن کا مطلب ہوگا ''الإنعام الحسن'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین انعام، خیر! مولانا انعام صاحب جب تبلیغ کے بڑے تھے، تو ان کے سامنے کسی نے کارگزاری سنائی، کارگزاری میں کہا کہ میں نے فلاں جگہ بیان کیا، اور بیان میں میں نے کہا: ''بس کام تو یہی ہے''، ''بس کام تو یہی ہے''، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے جب سنا کہ ''کام تو بس یہی ہے''، تو حضرتؒ نے فرمایا: بھائی! تم دوبارہ یہ بات کہو، اس نے دوبارہ بات کہی، تو پھر فرمانے لگے: بھائی! میرے اور آپ کے درمیان یہی تو فرق ہے: میں کہتا ہوں کہ: تبلیغ کا کام بھی ایک کام ہے اور آپ کہتے ہیں: بس کام یہی ہے، ''ہی'' اور ''بھی'' کا فرق ہے اور پھر فرمانے لگے کہ: بھائیو! نورِ نبوّت پھیلتا ہے ذکر سے (یعنی) تصوّف سے، اور علمِ نبوت پھیلتا ہے مدارس سے، اور عملِ نبوت پھیلتا ہے دعوت وتبلیغ سے، ان سب لائنوں کو مضبوطی سے پکڑو اور اگر ان سب کو مضبوطی سے نہیں پکڑ سکتے تو ایک لائن کو پکڑو اور دوسری لائنوں کی قباحت اور مذمت بیان مت کرو، ان کے ساتھ رفاقت کرو، ہمدردی کرو، اپنے آپ کو یہ سمجھو کہ مجھ سے یہ سارے کام نہیں ہوسکتے، اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمادے۔ اللہ

تعالیٰ سب کو دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔

بھائی! یہیں کے نور کا جو تھوڑا سا نور ہمارے ذہنوں میں آیا ہے، ہم تو وہی پھیلا رہے ہیں، اسی میں لگے ہوئے ہیں، اصل روشنی تو یہیں (جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن) کی ہے، ہمارا بلب تو بیکار ہے، روشنی یہاں سے ہے، اللہ تعالیٰ اس روشنی کو مزید پھیلا دے اور اس مدرسہ کو ہر طرح کی علمی، عملی، ظاہری اور باطنی ترقی عطا فرمادے، اور دوسرے اہلِ حق کے تمام مدارس کو اللہ تعالیٰ ترقی عطا فرمادے۔

اجازتِ حدیث

اجازتِ حدیث میں ہمارے بزرگوں کا طریقہ یہ ہے کہ جو تخصص والے ہیں ان کو اجازت ہے، جو دورہ حدیث والے ہیں ان کو اجازت ہے اور جنہوں نے ابھی تک تکمیل نہیں فرمائی ہے، دورہ حدیث تک نہیں پہنچے ہیں تو اکابر کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو بعد میں اجازت دی جائے گی، فی الحال نہیں، بعد میں ان شاء اللہ جب دورہ حدیث تک پہنچیں یا فارغ ہوجائیں۔

حضرت مولانا محمد انور بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ

حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دعاؤں میں یاد کرلیں، ان کو وہاں (جنوبی افریقہ میں) بھی ہم ہمیشہ یاد کرتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد انور بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ میری طالب علمی کے بھی ساتھی تھے اور تدریس کے بھی ساتھی تھے۔ اکوڑہ خٹک میں، میں بھی پڑھتا تھا، میبذی وغیرہ میں تھا اور مولانا انور صاحبؒ بھی، اور عمر میں مولانا انور صاحبؒ مجھ سے بہت بڑے تھے، علم میں بھی بڑے تھے، اور عمر میں بھی بڑے تھے، میری عمر اس وقت تقریباً سولہ سال تھی اور ان کی عمر کم از کم چھبیس (یا) ستائیس سال ہوگی اور انہوں نے کتابیں بہت تحقیق سے پڑھی تھیں، اور بہت ذہین آدمی تھے، ہوشیار تھے، اور مجھے یاد ہے کہ میبذی کا تکرار کراتے تھے، ان کی اپنی زبان تو فارسی تھی، لیکن انہوں نے فنون کی کتابیں سب پشتو میں پڑھی تھیں تو اچھی پشتو بولتے تھے، اور آپ کو معلوم ہے ہمارے ہاں (اکوڑہ خٹک میں) تدریس تو پشتو میں ہوتی تھی، تو وہ ہمارے ساتھ تکرار کرتے تھے، وہ تکرار کے بڑے تھے، بہترین تکرار کرتے تھے اور اس زمانے میں اساتذہ کی گواہی تھی کہ بہت مدت کے بعد اتنے قابل طالب علم ہمیں ملے ہیں۔ پھر غالباً مشکاۃ اور دورہ حدیث کے لیے یہاں (بنوری ٹاؤن) آئے اور یہاں دورہ حدیث کیا۔ جب میں یہاں تخصص سے ۱۹۷۴ء میں فارغ ہوا، وہ پہلے سے مدرس ہو چکے تھے، میں بعد میں مدرس بنا، تو پھر تدریس کی رفاقت بھی رہی اور طالب علمی کی رفاقت بھی تھی۔ بہت بے تکلف تھے ہمارے ساتھ، جیسے ہم نے (ان کی وفات کا) سنا تو ان کے لیے ایصالِ ثواب کیا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمادے، اور انہوں نے جو تالیفات فرمائی

ہیں، اللہ تعالیٰ قبول ومقبول اور ان کے لیے نجات کا ذریعہ بنادے، اور درجاتِ علیا کا ذریعہ بنادے، اور اللہ تعالیٰ ان کے اَخلاف کو ان کے صاحبزادوں کو اُن کا قائم مقام بنادے، دین کی خدمت کے لیے سب کو قبول فرمادے۔

حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان سے بہت خوش تھے، سب سے پہلے ان کی شادی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی، وہ نابینا تھیں، لیکن مولانا انور صاحبؒ فرماتے تھے کہ: نابینا ہونے کے باوجود وہ گھر کی سب خدمت کرتی ہیں، تو وہ بھی بہت خوش تھے اور مرحومہ بھی مولانا انور صاحبؒ سے بہت خوش تھیں، پھر ان کے ہاں بچی کی ولادت ہوئی، یعنی حضرت بنوریؒ کی نواسی پیدا ہوئی، پھر نواسی کا بھی انتقال ہوا اور چند دن کے بعد پھر مرحومہ کا بھی انتقال ہوا، مرحومہ کے ساتھ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی بے حد محبت تھی۔ اسی وجہ سے مولانا انور صاحبؒ سے بھی بے حد محبت تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان محبوبین کے ساتھ اُن کو ملادے، اور ہمارے بھی سب کے علم میں عمر میں برکتیں عطا فرمادے، اور انہی متقین اور صالحین کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ملادے، اس مدرسہ کو اللہ تعالیٰ ترقی عطا فرمادے، اور اس مدرسہ کی ترقی سے اللہ تعالیٰ دوسرے ملحقہ مدارس کو بھی ترقی عطا فرمادے، اور ہر قسم کے شرور اور فتنوں سے حفاظت فرمادے اور اس مدرسہ کو اور اہلِ حق کے تمام مدارس کو ہر طرح کی ظاہری، باطنی، علمی اور روحانی، عملی ترقی عطا فرمادے، ضروریات کا انتظام غیب کے خزانوں سے فرمادے، وصلی اللہ علی سیدنا محمدٍ و علیٰ آلہٖ وصحبہٖ أجمعین، برحمتك یا أرحم الراحمین!

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

علمِ الٰہی کا شرف اور امتیازی شان

خطاب: مولانا ابراہیم دیولا
گجرات، انڈیا

بتاریخ ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۲۰۲۴ء بروز منگل جماعتِ دعوت وتبلیغ انڈیا کے بزرگ حضرت مولانا ابراہیم دیولا صاحب مدظلہم جامعہ بنوری ٹاؤن میں تشریف لائے، اس موقع پر جامعہ کے دارالحدیث میں اساتذہ اور طلبہ کرام کے مجمع میں خطاب فرمایا، اور اجازتِ حدیث دی، ''علمِ الٰہی کا شرف اور امتیازی شان'' کے موضوع پر قیمتی خطاب فرمایا، جسے جامعہ کے تخصصِ علومِ فقہ کے طالبِ علم مولوی عبداللہ طفیل نے قلم بند کیا۔ ادارہ بینات عنوانات وغیرہ کے اضافے کے بعد اس خطاب کو اِفادۂ عام کی غرض سے شائع کر رہا ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

آپ حضرات کے لیے بہت بڑا شرف اور ایک امتیازی شان ہے، وہ کیسے؟ حدیثِ پاک میں ہے: ''ساری دنیا لعنت کے نیچے ہے۔''

''الدنیا ملعونۃ، ملعون ما فیہا، إلا ذکر اللہ وما والاہ وعالم أو متعلم.''

(سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ)

''ساری دنیا لعنت کے نیچے ہے، رحمت سے دور ہے، اس کے بالمقابل یہ ماحول اور یہ طرزِ زندگی گویا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں ہے، ایک امتیازی شان دی گئی ہے کہ ساری دنیا کی حکومتیں، تجارتیں، جائیدادیں جو بھی ہوں، وہ اللہ کی رحمت سے بعید ہے، بجز اللہ کے ذکر اور علم کے۔''

علم اور ذکر رحمتوں کے لینے کا ذریعہ ہے

علم اور ذکر یہ رحمتوں کے لینے کا ذریعہ ہے، ذکر کی غایت اطاعت ہے: ’’كل مطيع ذاكر‘‘ کہ اللہ کا ذاکر وہی ہوسکتا ہے جو اللہ کا مطیع ہو، جو اللہ کا مطیع ہو وہ اللہ کا ذاکر ہے، تو ذکر کی غایت‘ اللہ کی اطاعت ہے، اور علم‘ اطاعت کے لیے رہبری کرنے والا ہے، اطاعت کا صحیح معیار جو قائم ہوگا وہ علم سے ہوگا، علم نہیں ہے تو اطاعت ہی نہیں ہے، صحیح علم نہیں ہے تو اطاعت بھی صحیح رخ پر نہیں ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد

انبیاء کرام علیہم السلام کی جو بعثت ہوئی ہے، وہ اطاعت قائم کرانے کے لیے ہوئی ہے:

’’وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ‘‘ (سورۃ النساء: ۶۴)

جب کبھی کسی نبی کی بعثت ہوئی دنیا میں وہ اس مقصد کے لیے کہ ان کی بعثت کے ذریعے سے اللہ کے بندوں میں اللہ کی اطاعت قائم کرائی جائے، نبی اطاعت قائم کرانے کے لیے دو ہی چیزیں لاتا تھا: ایک ایمان، دوسرا علم، ایمان کی دعوت ہوتی تھی، علم کی تعلیم ہوتی تھی؛ کیوں کہ ایمان کا تقاضا ہے اطاعت کرنا، اور اطاعت بغیر علم کے ہوتی نہیں ہے۔ اطاعت کے حدود قیود وہ علم ہی بتاوے گا کہ اطاعت کہاں تک صحیح ہے! کہاں تک غیر صحیح ہے! تو اطاعت مقصود ہے، اس لیے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ علم دیا ہے۔

علمِ الٰہی مشترک سرمایہ ہے

پھر علم کو اللہ نے ایک مشترک سرمایہ قرار دیا ہے، یہ سب کے لیے آیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی مثال بارش کے پانی سے دی:

’’إِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللهُ بِهٖ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ ..‘‘ (متفق علیہ)

بارش کے پانی کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں سب کی حیات ہے:

’’وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَيٍّ‘‘ (سورۃ الانبیاء: ۳۰)

بارش کے پانی میں سب کی حیات کا سامان ہے، اگر بارش کا پانی بند ہوجائے تو زمین کی مخلوق زندہ نہیں رہ سکتی، وہ ہلاک ہوجائے گی، پانی میں زمین کی مخلوق کی حیات ہے، حیوان ہو، انسان ہو، نباتات ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ پانی ہر سال برساتے ہیں، پانی برسا کر بنجر زمینوں کو آباد کرتے ہیں، یہ اللہ کی ایک ترتیب ہے، ایسے ہی انسانوں کی زندگی کو آباد کرنے کے لیے اللہ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے علم کا فیضان ہوتا ہے، دو بڑی چیزیں انہیں کے ذریعے ملی ہیں: ایک ایمان ملا ہے، دوسرا علم ملا ہے۔ ایمان‘ یہ تو اللہ کا حق ہے کہ اللہ پر ایمان

لانا ہے، اور ایمان کا تقاضا اطاعت ہوتا ہے کہ اللہ پر ایمان لاکر اللہ کی اطاعت کرو، انبیاء کرام علیہم السلام اطاعت قائم کرانے کے لیے ہی بھیجے جاتے تھے:

''وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ''(سورۃ النساء:۶۴)

کہ وہ اطاعت کروانے کے لیے بھیجے جاتے ہیں کہ اپنی جان سے، اپنے مال سے، اپنی نیت سے، اپنے عمل سے، اپنی ہر چیز سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے۔

اطاعت ہدایت کا دروازہ ہے

اطاعت جو ہے وہ ہدایت کا دروازہ ہے:

''وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا''(سورۃ النور:۵۴)

اطاعت کرو گے ہدایت پاؤ گے، جس طرح معصیت گمراہی کی راہ ہے، ایسے ہی اطاعت ہدایت کا دروازہ ہے کہ جب اطاعت کا دروازہ کھلے گا تب صحیح رستے پر زندگی پڑے گی، اس لیے انبیاء کرام علیہم السلام آکر اپنی اور اللہ کریم کی اطاعت کی دعوت دیا کرتے تھے کہ اللہ سے ڈرو، ہماری اطاعت کرو، اللہ کی نافرمانی سے بچو، ہماری اطاعت کرو، کیوں کہ نبی کی اطاعت اور اللہ کی اطاعت ایک ہی چیز ہے:

''مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ''(سورۃ النساء۸۰)

کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، تو رسول کی اطاعت اور اللہ کی اطاعت میں کوئی فرق نہیں، دونوں ایک ہی ہیں، اس لیے زندگیوں کی بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ زندگیوں میں اطاعت آوے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اطاعت کو صحیح کرنے کے لیے علم اُتارا ہے، تاکہ علم کی روشنی میں اللہ کی اطاعت کی جاوے، پھر اطاعت کے درجے ہوتے ہیں، فرائض بھی ہوتے ہیں، واجبات بھی ہوتے ہیں، جو آپ کو معلوم ہیں، اس کے درجات ہوتے ہیں، جس وقت جس قسم کی اطاعت مطلوب ہو وہ ادا کی جاوے، اس لیے یہ علم ہے، تاکہ اطاعت صحیح طریقہ سے ادا ہو جائے۔

اطاعت کا کمال

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس اطاعت کو صحیح طریقہ سے لیا، کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ قول وقرار کیا کہ آپ کی بات مانیں گے، آپ کی اطاعت کریں گے، کس حالت میں؟ ہر حالت میں:

''بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ، وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ، وَعَلٰى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا.'' (صحیح مسلم)

پانچ چیزیں بتائی ہیں کہ ہم آپ کی اطاعت کریں گے: عسر میں بھی یعنی غریبی ہے، تنگی ہے، تو بھی

بات مانیں گے، اور تنگی نہیں ہے، آسودگی ہے تو بھی آپ کی بات مانیں گے، یہ اندر کی کیفیتیں ہوتی ہیں، بعض مرتبہ جی چاہتا ہے، بعض مرتبہ جی نہیں چاہتا، تو ان کیفیتوں میں بھی کہ جی چاہے تو بھی آپ کی بات مانیں گے، جی نہیں چاہے تو بھی مانیں گے۔

اطاعت میں مشکل چیز

پانچویں چیز ''وَعَلٰی اَثَرَةٍ عَلَيْنَا'' یہ مشکل ہے، لیکن وہ حضرات تو اس کو بھی پار کر گئے کہ ہم پر دوسرے کو ترجیح دی جاوے تب بھی ہم بات مانیں گے، اعتراض نہیں کریں گے، ''أثرة'' آپ جانتے ہیں ''أثرة'' کیا چیز ہے، ''هو الاختصاص بالمشترك''، ''أثرة'' کسی مشترک چیز میں اپنے لیے خصوصیت رکھنا، ایسی چیز جو سب کے لیے ہو اُسے اپنے لیے مخصوص کرے، اس کو ''أثرة'' کہتے ہیں، یہ بات برداشت نہیں ہوتی، لوگوں کے شعور اس میں بہت تیز ہوتے ہیں، لیکن صحابۂ کرامؓ کی اطاعت کامل ہوئی، اس لیے کہا: ''وَعَلٰی اَثَرَةٍ عَلَيْنَا'' کہ ہم پر کسی کو ترجیح دی جاوے بلا استحقاق کے، تب بھی ہم اطاعت کریں گے، تو یہ اُن کی اطاعت کی حد بتادی: ''فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ، وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ، وَعَلٰی اَثَرَةٍ عَلَيْنَا.''

اِطاعت کا جمال

اطاعت کا یہ کمال ہے، پھر اطاعت کا جمال یہ ہے کہ عظمت' ادب کے ساتھ ہو، یہ اس کا جمال ہے، تو حضراتِ صحابہؓ میں یہ دونوں باتیں تھیں، ان کی اطاعت میں جمال بھی تھا، یعنی عظمت و ادب بھی، ابن مسعود رضی اللہ عنہ دروازے سے داخل ہو رہے تھے، جناب صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے، منبر پر بیٹھ کر فرمایا: ''اجلسوا'' تو ابنِ مسعودؓ وہیں بیٹھ گئے، آگے نہیں بڑھے، کیوں کہ ''اجلسوا'' کا امر پہنچ گیا، تو آگے بڑھنے کی گنجائش اب نہیں رہی، اطاعت عظمت واَدب کے ساتھ ہو، عبداللہ ابن رواحہؓ قریب کے محلے میں تھے، بنو غنم کا محلہ تھا، آپ نے کسی موقع پر فرمایا: ''اجلسوا'' تو وہ وہیں بیٹھ گئے، حالاں کہ وہاں بیٹھنے کا حکم دینا مراد نہیں تھا، پھر بھی بیٹھ گئے، تو یہ اطاعت کا جمال ہوا کہ عظمت کے ساتھ، اَدب کے ساتھ کسی بھی وقت پر ہو، اللہ کا امر آرہا ہے، رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا امر آرہا ہے، اس کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا، یہی اطاعت ہے، یہ ان حضرات کا کمال تھا کہ اپنی زندگیاں اطاعت والی بنائیں، نبی کی دعوت سے، اور نبی کی تعلیم سے اِطاعت ہی مقصود ہوتی ہے کہ زندگی میں اطاعت آجائے، اللہ کی طرف رجحان ہوجائے، نبی کے طریقوں پر قائم رہنا ہوجاوے، نیتوں میں اخلاص آوے، یہ چیزیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرماوے، یہی مقصود ہے اس علم سے اور اس علم کے حاصل ہونے سے کہ اس علم کے ذریعے سے اللہ کی اطاعت ہوجاوے، اطاعت کی دعوت انبیاء کرام علیہم السلام دیتے تھے اللہ کے بندوں کو کہ وہ اطاعت کریں اللہ کی جان سے، مال سے۔ اور دوسری طرف اس کی حدود و قیود ہیں جو اس علم میں ہیں، تا کہ

اِفراط تفریط نہ ہوجاوے، اعتدال آجاوے اطاعت کے اندر، اس لیے اللہ تعالیٰ نے علم دیا اور حضور ﷺ کو جو علم ملا ہے وہ توعلیٰ وجہ الکمال ملا ہے؛ کیوں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور آپ کو علم کے راستے کی ساری چیزیں دی گئیں اور وہ علیٰ وجہ الکمال دی گئیں۔

علمِ الٰہی طلب پر ملا کرتا ہے

اور یہ علم غیر منسوخ ہے، یہ باقی رہے گا، اس کو اللہ محفوظ رکھیں گے، اس علم کی اللہ حفاظت کریں گے، یہ منسوخ بھی نہیں ہوگا، یہ ضائع بھی نہیں ہوگا، بلکہ یہ باقی رہے گا، اللہ تعالیٰ اس کو باقی رکھیں گے، جب جب لوگوں میں طلب آئے گی اُن کو یہ دیا جائے گا، جب جب طلب آوے گی یہ اُن کو ملے گا، ہاں! یہ الگ بات ہے کہ طلب ہی نہیں ہے، طبیعت پر تقاضا ہی نہیں ہے؛ اس لیے کہ علم بغیر طلب کے نہیں ملتا، لیکن جب لوگوں میں طلب آوے گی اس کے تقاضے پیدا ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کو علم عطا کرے گا، صحابہ کرامؓ اپنے شاگردوں سے یہی کہتے تھے، جب کسی استاذ کا انتقال ہوتا طالب علم روتا، استاذ پوچھتے کیوں رو رہا ہے؟ (جواب دیتے) کہ آپ جارہے ہیں، آپ سے جو فیض مل رہا تھا وہ منقطع ہو رہا ہے۔ استاذ کہتے: ڈرنے کی بات نہیں ہے، رونے کی بات نہیں ہے، اللہ اس علم کو باقی رکھیں گے، اس کی حفاظت کریں گے، جب جب اس کے طلب گار پیدا ہوں گے، ان کو دیں گے، ابھی پچھلے دنوں ہم امریکہ، کینیڈا میں تھے، الحمد للہ میرا بار بار آنا جانا ہوا، میں نے ایک سال لگایا ہے امریکہ میں ۸۰ء میں، جب کہ وہاں کچھ نہیں تھا، مساجد بھی نہیں تھیں، اسلامک سینٹر ہوتے تھے، اس میں ہم لوگوں کا پڑاؤ ہوتا تھا، اب جو جانا ہوا تو اللہ کا شکر ہے کہ مساجد بھی ہیں، مدارس بھی ہیں، معاہد بھی ہیں، اور قرآن، حدیث اور بخاری شریف وغیرہ کے دروس ہو رہے ہیں، اور اہلِ علم کی الحمد للہ بڑی تعداد ہے، بڑی طلب کے ساتھ بڑی رغبت کے ساتھ، تو یہ علم کی بات ہے کہ جب جس زمانہ میں علم کی طلب آئے گی اللہ اُنہیں دے دیں گے، یہ مشاہدہ ہوا کہ گویا جب بھی طلب آئے گی اللہ انہیں علم دیں گے، اس لیے طلب کے ساتھ اس کو لیا جاوے۔

علمِ الٰہی کی طلب اللہ سے مانگنا مسنون ہے

اور اللہ سے اس کی طلب مانگی جاوے، یہ بھی مسنون ہے؛ کیوں کہ کسی طلب کا پیدا ہوجانا ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے تو دعا مانگی:

"اللّٰهم فاجعل رغبتي إليك الخ" (مصنف ابن ابی شیبہ)

کہ اللہ میری رغبت تیری طرف کردے، مسنون دعاؤں میں ہے کہ رغبت پیدا کرادے، طلب پیدا کرادے، اور طلب کے ساتھ بندوں تک پہنچنا ہوجاوے کہ بندوں تک پہنچ جاوے، تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ہے۔

علمِ الٰہی سے حقوق کی معرفت ہوتی ہے

تو میں نے (شروع میں) عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ حضرات کو بڑا شرف بخشا ہے علمِ دین کا، کیوں کہ اس علم کی وجہ سے آپس کے اور اللہ کے حقوق کی معرفت ہوتی ہے؛ اور یہ بڑی بات ہے کہ اس علم کی غایت ہی یہی ہے کہ علم کو اللہ نے اس لیے نازل کیا ہے کہ دنیا کو اللہ نے دارالحقوق قرار دیا ہے، جس طرح آخرت کو اللہ نے دارالأجور قرار دیا ہے، اور حقوق کی معرفت ضروری ہے؛ کیوں کہ حقوق کی معرفت نہیں ہوگی تو حقوق کیسے ادا کرے گا؟ اس لیے اس علم میں حقوق کی معرفت دی جا رہی ہے، حضور ﷺ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھ رہے ہیں:

''یامعاذ! هل تدري ما حق الله علی عباده؟'' (صحیح بخاری)

''معاذ! آپ کو معلوم ہے کہ اللہ کا کیا حق ہے؟'' تو یہ مزاج ہے کہ حضور ﷺ حقوق کی طرف رہبری کر رہے ہیں، چوں کہ اللہ بڑے ہیں، اللہ سے کوئی بڑا نہیں ہے، اس لیے پہلے اس کے حق کو بتایا کہ اللہ سب سے بڑا ہے، اس سے بڑا کوئی نہیں ہے، تو اس کا کیا حق ہے؟ تو اس کے حق کی طرف راہ نمائی فرمائی کہ اللہ کا کیا حق ہے، اللہ کا یہ حق ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے، یہ اللہ کا حق ہے، تو یہ ہے بات کہ اس علم کے اندر حقوق اور حقوق کی معرفت اور اس کے ادا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

علمِ الٰہی کے آنے سے زمانے کا فساد ختم ہو جاتا ہے

اس لیے جوں جوں یہ علم پھیلے گا زمانہ کا فساد ختم ہوگا، جیسے جاہلیت میں فساد تھا؛ کیوں کہ کسی کو خبر ہی نہیں کہ اللہ کا کیا حق ہے؟ وہ زمانہ فساد سے بھرا ہوا تھا، جناب کی تشریف آوری کے بعد آپ نے تعلیم دی کہ اللہ کا کیا حق ہے؟ رسول کا کیا حق ہے؟

جتنے تعلقات اتنے حقوق

جتنے تعلقات اتنے حقوق، یہ ہمارے دین میں ہے، ورنہ تعلق کا کیا مطلب؟ اس لیے ہم کو ان تمام چیزوں کی تعلیم دی ہے کہ جن سے تمہارا تعلق ان پر تمہارا حق، یہاں تک کہ جانوروں کے حقوق کی طرف بھی رہبری کی، یہ جانور ہے، پالتے ہیں، یہ گونگے ہیں، تم ان کا خیال کرو، کام لاتے ہو تو ان کو اُن کا حق بھی دو، جس طرح غلام اور باندیوں کے بارے میں حضور ﷺ کی آخری وصیت تھی، کیوں؟ کیوں کہ وہ بھی تمہارے تابع ہیں، وہ بھی اللہ کے بندے ہیں، لیکن اللہ نے ان کو تمہارے تابع کیا ہے، تو ان کے حقوق کا خیال رکھنا، وغیرہ۔

دنیا دار الحقوق ہے اور اللہ تعالیٰ نے آخرت کو دار الاَجور کہا ہے، تو اس کی رہبری کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ علم بھیجا ہے، اس علم کی وجہ سے حقوق کی معرفت حاصل ہوگی، اور حقوق ادا ہوں گے، حقوق ادا ہوں گے تو زمانہ کا فساد ختم ہوجائے گا، ہر ایک حق دار کو حق مل جائے گا، حق دار کو حق ملے اس لیے حقوق کا علم دیا، اور حقوق قائم کرنے کے لیے انصاف کا حکم دیا:

''وَأُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمُ '' (سورۃ الشوریٰ:۱۵)

مجھے حکم ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل وانصاف قائم کروں، جس طرح آپ مامور بالتبلیغ ہیں، اسی طرح آپ مامور بالعدل بھی ہیں؛ کیوں کہ عدل کی وجہ سے اعتدال پیدا ہوتا ہے کہ حق دار کو اس کے موافق حق مل جاوے، اس لیے انصاف ہر وقت فرض ہے، اور ظلم جو انصاف کی نقیض ہے ہر وقت حرام ہے، اس لیے آپ کو انصاف کا حکم دیا کہ آپ انصاف کریں، علم بھی دیں اور انصاف بھی دیں، تو اس کی وجہ سے عالَم میں پھر فساد ختم ہوجائے گا، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے فساد ختم ہوگیا، لوگوں میں دو صفتیں پیدا ہوئیں کہ آپس کے بھائی ہوگئے، اور خدا کے بندے ہوگئے، یہ تعلیم دی تھی آپ نے کہ اللہ کے بندے رہو، آپس کے بھائی رہو:

''كُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا'' (متفق علیہ)

کہ اللہ کے بندے رہو، آپس میں بھائی رہو، جو اپنے لیے پسند کرو وہ دوسروں کے لیے پسند کرو، جو اپنے لیے ناپسند کرو دوسروں کے لیے ناپسند کرو، یہ انصاف ہوا، انصاف کا یہی تقاضا ہوا، ایک پلڑے میں آپ، ایک پلڑے میں دوسرا، تو اس سے انصاف قائم ہوگا، اس لیے انصاف ہر وقت فرض ہے۔

مہاجرین صحابہؓ اور انصارِ مدینہ رضی اللہ عنہم کا امتیاز

انصاف سے آگے احسان ہے، اور احسان سے آگے ایثار ہے، یہ تعلیم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، انصارِ مدینہ اپنی نصرت کو ایثار تک لے گئے، ان کے ذمہ نصرت تھی، وہ اپنی نصرت کو ایثار تک لے گئے، وہ آخری درجہ ہے، اور مہاجرین اپنی ہجرت کو فقر تک لے گئے، یہ دو طبقے ہیں مہاجرین کے اور انصار کے، ان کی اطاعت میں یہ دو امتیاز ہیں، مہاجرین نے اس طرح ہجرت کی کہ وہ فقیر ہوگئے، اپنے مال کے مالک نہیں رہے، جیسے آپ حضرات نے اُصولِ فقہ میں پڑھا ہے، ہجرت کا معنی ہے چھوڑنا تو انھوں نے اپنی دنیا کو ایسا چھوڑا کہ وہ خود فقیر ہو کے رہ گئے، اور انصار نے نصرت ایسی کی کہ وہ اپنی نصرت میں ایثار تک پہنچ گئے، تو یہ فقر تک پہنچ گئے اور یہ ایثار تک پہنچ گئے، یہ دونوں میں اپنا اپنا کمال ہے، اس لیے یہ پہلا طبقہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے والا، مہاجرین آگے ہیں، اس کے بعد انصار ہیں، پوری اُمت کو ان کی اتباع اور ان کے پیچھے چلنے کی تعلیم دی گئی ہے:

''يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ '' (سورۃ التوبۃ:۱۱۹)

صادقین کے ساتھ رہو، صادقین میں سب سے پہلے یہ دو ہیں، مہاجرین اور انصار، ان کو اللہ نے سچا کہا ہے، ان کے ساتھ رہو، مہاجرین کے ساتھ رہو، انصار کے ساتھ رہو، یہی ہماری تعلیم ہے، یہی ہماری ترتیب ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے، اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق دے اور آپ لوگوں کو بھی۔ (اس کے بعد حضرت کے سامنے دورہ حدیث کے ایک طالب علم نے آخری حدیث کی تلاوت کی، پھر حضرت نے اجازتِ حدیث مرحمت فرمائی)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کا اجازتِ حدیث دینا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین، جب ہماری (۱۹۵۴ء میں) بخاری شریف ختم ہوئی تھی، اُس زمانہ میں طلبہ زیادہ نہیں تھے، ڈیڑھ سو کے قریب ہم لوگ تھے، بخاری شریف کے ختم پر حضرت (شیخ الاسلام حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ متوفی: ۱۹۵۷ء) نے کھڑے ہوکر کے ہم کو اس کی اجازت دی تھی، چوکی پر پڑھاتے تھے، چوکی پر ہی کھڑے ہو گئے تھے، اور چوکی پر کھڑے ہوکر کے ہم کو یعنی ہماری جماعت کو بخاری شریف کی اجازت دی تھی، تو جس طرح میرے حضرت نے ہم کو اجازت دی ہے، میں بھی اُن کی برکت سے آپ حضرات کو اس کی اجازت دیتا ہوں۔

(اس کے بعد حضرت نے رقت آمیز دعا فرمائی)۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

جہیز کی رسم اور اسلامی تعلیمات

مفتی عبید الرحمٰن
مردان

یوں تو انسانی زندگی کے اہم شعبے عموماً بے بنیاد رسوم وروایات کے گہرے سایوں میں گرے پڑے ہیں، جن کے نقصانات ونتائج تو اپنی جگہ ہیں ہی؛ لیکن بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ انسانی زندگی مختلف مشکلات ومسائل کا شکار ہوجاتی ہے۔ ان میں سے ایک اہم ترین شعبہ ''شادی بیاہ'' ہے جو ہمیشہ سے رسوم وروایات کے نرغے میں رہتا ہے اور شادی سے متعلقہ رسوم میں سے ایک اہم رسم ''مروجہ جہیز'' ہے۔ جہیز سے مراد وہ ساز و سامان ہے جو شادی بیاہ کے موقع پر لڑکی کے اہل خانہ کی طرف سے مہیا کیا جاتا ہے، چاہے وہ نقد، سونا و چاندی اور زیورات کی شکل میں ہو یا فرنیچر، برتن وغیرہ روزمرہ استعمال ہونے والی چیزوں کی صورت میں۔

شرعی اور فقہی حیثیت

''جہیز'' کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ فقہی نقطۂ نظر سے اس کی حیثیت ہبہ اور عطیہ کی ہے، جو والدین وغیرہ کی طرف سے لڑکی کو بلاعوض فراہم کی جاتی ہے؛ لہٰذا اس کے بذاتِ خود جائز ہونے؛ بلکہ خلوصِ نیت سے ہو تو احسان اور کارِ خیر ہونے میں شبہ نہیں ہے، خصوصاً بیٹی یا بہن کو کچھ داد دہش دینا نیکی اور بھلائی کی بات ہے، لیکن دین اور علم دین سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لیے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ بہت سی چیزیں فی نفسہٖ جائز بلکہ مندوب ہونے کے باوجود بعض علت کی وجہ سے مذموم وممنوع بن جاتی ہیں۔ مروجہ رسم ''جہیز'' بھی بحالتِ موجودہ یہی صورت اختیار کرگئی ہے اور فی نفسہٖ مندوب ہونے کے باوجود اب اس کے ساتھ اس قدر مفاسد ومنکرات وابستہ ہوچکے ہیں کہ اس کی کھلی چوٹ دینا کسی طرح قرینِ قیاس نہیں رہا۔ ذیل میں اس کے چند مفاسد لکھے جاتے ہیں:

غیر معمولی حد تک پابندی

اس بات میں دو رائے نہیں ہیں کہ جہیز شرعاً ایک غیر ضروری چیز ہے، شریعت نے کہیں اس کو لازم یا

ضروری قرار نہیں دیا اور اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاکیزہ بیٹیوں کی رخصتی کے موقع پر جو کچھ دیا تھا، اس کی حیثیت جہیز کی تھی اور اس کو جہیز کے لیے بنیاد قرار دیا جائے تو بھی اس کی نوعیت زیادہ سے زیادہ ایک مندوب عمل کی ہوگی، اس کو فرض یا واجب تو کجا، سنتِ مؤکدہ قرار دینا بھی درست نہیں۔ اب ہر حال میں اس کا انتظام واہتمام کرنا شرعاً کسی طرح پسندیدہ نہیں ہے؛ بلکہ اگر اس کو لازم قرار دیا جائے تو بدعت ہونے میں بھی کلام نہیں۔

غلط رسم کی بنیاد ڈالنا یا تائید کرنا

اگر کوئی شخص اپنی ذات کی حد تک اس کو لازم نہ بھی سمجھے؛ لیکن اس کے باوجود اس کی پابندی کرتا ہے، تو بھی اس سے اس رسمِ باطل کی تائید وتقویت ہوتی ہے۔

مزاجِ شریعت سے تصادم

نکاح سے متعلق شرعی تعلیمات پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اس میں یسر وسہولت اور سادگی پسندیدہ ہے، اس موقع پر غیر ضروری مالی اخراجات یا عملی انتظامات شریعت کے مزاج ومذاق کے خلاف ہیں؛ کیونکہ یہی سرگرمیاں رفتہ رفتہ نکاح کا حصہ بنتی جاتی ہیں اور اگر کہیں اس کی تکمیل کے اسباب وسائل میسر نہ ہوں تو اس کی وجہ سے نکاح بھی مؤخر یا معطل ہوجاتا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے:

”عن سعید بن أبي هلال: أن النبي صلی اللہ علیه وسلم قال: تناکحوا، تکثروا، فإني أباهي بکم الأمم یوم القیامة.“(۱)

ترجمہ: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: نکاح کرکے اولاد کی کثرت کرو؛ کیونکہ میں قیامت کے دن آپ کی وجہ سے دوسری اُمتوں پر فخر کروں گا۔“

نکاح کو مشکل بنانا: بے حیائی کا فروغ

عقل اور تجربہ، دونوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نکاح کو مشکل بنانے سے معاشرے میں بے حیائی کو فروغ ملتا ہے اور عفت وعصمت کی چادریں تار تار ہوجاتی ہیں؛ چنانچہ نفسانی خواہشات فطری طور پر عاقل بالغ آدمی کے اندر ودیعت رکھے گئے ہیں، اگر اس کے لیے کوئی جائز راستہ مہیا نہ ہو تو ناجائز پہلو کی طرف قدم اُٹھے گا۔ اگر ان فطری خواہشات کی تسکین کا جائز راستہ موجود تو ہو؛ لیکن طرح طرح کے تکلّفات اور پابندیوں کو اس کا حصہ بناکر پیچیدہ تر بنادیا جائے تو بھی عام متوسط افراد بروقت اپنی ضرورت کی تکمیل نہیں کرپائیں گے اور اس کا بھی نتیجہ وہی ظاہر ہوگا کہ ناجائز راستوں کی بادہ پیمائی شروع ہوجائے گی۔

انسانی تاریخ کا تجربہ بہرحال اس بات کی تصدیق فراہم کرتا ہے؛ چنانچہ ماضی کی طرح اب بھی جن معاشروں میں جلدی اور سادگی کے ساتھ نکاح کرنے کا دستور ہے، وہاں فحاشی، بے حیائی اور بدکاری کے واقعات کم پیش آتے ہیں اور جہاں اس کے برعکس شادی بیاہ کا انتظام مشکل اور پیچیدہ ہوتا ہے وہاں بے حیائی اور بے پردگی کے نمونے زیادہ دیکھنے کو ملتے ہیں؛ اس لیے شادی بیاہ کے معاملات میں غیرضروری رسموں کو جگہ دینے کا نتیجہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی بدولت معاشرے میں بے حیائی اور بے پردگی کو فروغ ملتا ہے۔

لڑکے والوں کی جانب سے جہیز کا مطالبہ

ہمارے یہاں ایک لمبے عرصہ سے جہیز کے لین دین کا تعامل جاری ہے، اس لیے اب وہ نکاح کا ایک ضروری حصہ بن چکا ہے، لڑکی والے بھی اس کا پورا انتظام کرتے ہیں اور لڑکے والوں کی طرف سے بھی اس کے باقاعدہ مطالبے ہوتے ہیں، بلکہ متعدد جگہوں پر تو اس رواج نے اس حد تک ترقی کی ہے کہ رشتہ کی بات طے کرتے وقت ہی ساتھ یہ بھی طے کیا جاتا ہے کہ جہیز میں کیا کیا ملے گا؟ اس کا ایک نقصان تو یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ لڑکی کے اہلِ خانہ اکثر اوقات شرما شرمی میں اور دلی رضامندی کے بغیر ہی جہیز دینے پر مجبور ہوجاتے ہیں اور دوسرا خراب نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ اس کے بدلے پھر لڑکے کے اہلِ خانہ سے بھی مختلف چیزوں کا مطالبہ شروع ہوجاتا ہے؛ حالانکہ یہ دونوں باتیں شرعاً ممنوع، گناہ اور اخلاقی ومعاشرتی لحاظ سے حد درجہ نامناسب ہیں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر کسی مسلمان کو ملامت کرنا اور طعنے دینا جائز ہوسکے۔ حدیث شریف میں ہے:

’’عن أبي حُرَّةَ الرَّقاشِيِّ، عن عَمِّهِ أن رسولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- قال: "لا يَحِلُّ مالُ امرءٍ مُسلِمٍ إلا بطيبِ نَفسٍ مِنه."‘‘(۲)

ترجمہ: ’’کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر لینا جائز نہیں۔‘‘

’’البحر الرائق‘‘ میں ہے:

’’ولو أخذ أهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج أن يسترده؛ لأنهٗ رشوةٌ‘‘(۳)

ترجمہ: ’’اگر سسرال والے رخصتی کے وقت کچھ لے لیں تو شوہر واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے؛ کیونکہ شرعاً یہ رشوت کے زمرہ میں آتا ہے۔‘‘

’’فتاویٰ شامی‘‘ میں ہے:

’’ (أخذ أهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج أن يسترده) لأنه رشوة.‘‘(۴)

ترجمہ: ’’اگر سسرال والے رخصتی کے وقت کچھ لے لیں تو شوہر واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے؛ کیونکہ شرعاً یہ رشوت کے زمرہ میں آتا ہے۔‘‘

غریب والدین اور لڑکی کو طعنوں کا سامنا

عام رسم ورواج کے برخلاف اگر والدین کمزور اور کم حیثیت کے لوگ ہوں اور وہ جہیز کا انتظام کیے بغیر ہی اپنی لختِ جگر کو رخصت کر دیں تو خود والدین کو بھی مختلف قسم کے طعن وتشنیع اور ملامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور لڑکی کی زندگی بھی اسی کی نذر ہوجاتی ہے؛ چنانچہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس کو یہ طعنے ملتے ہیں؛ حالانکہ جہیز بالکل نہ دینا یا کم دینا کوئی ایسا جرم نہیں ہے، جس کی وجہ سے کسی مسلمان پر طعن وتشنیع کی اجازت دی جاسکے۔

ناجائز کمائی پر مجبور کرنا

بہت سی مرتبہ لڑکی کے اہلِ خانہ ناجائز کمائی پر مجبور ہوجاتے ہیں اور جہیز کا انتظام کرنا اُن کے لیے متعدد منکرات کے ارتکاب کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس کی صاف سیدھی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں پہلے سے ''متوسط جہیز'' میں بہت سی چیزیں داخل ہیں اور اس میں روز افزوں ترقی جاری ہے، نت نئی چیزیں اس فہرست میں جگہ پارہی ہیں؛ جب کہ عام طور پر حلال کمائی سے اس کا انتظام کرنا مشکل ہوجاتا ہے تو بسا اوقات چاروناچار اس کے لیے حرام ذرائع کی طرف ہاتھ اُٹھ جاتے ہیں؛ چنانچہ کہیں سودی قرض لیا جاتا ہے اور کبھی ناجائز کاروبار کی مختلف صورتیں اختیار کر لی جاتی ہیں۔

وقتی یا دائمی طور پر نکاح سے محروم

بہت سے غریب گھرانے ایسے ہیں جہاں کی لڑکیاں محض اس لیے نکاح سے محروم ہوتی ہیں کہ ان کے والدین اور بھائیوں کے پاس جہیز فراہم کرنے کی استطاعت نہیں ہے اور ایسا تو آئے دن دیکھنے میں آتا ہے کہ نکاح مکمل طور پر معطل تو نہیں ہوتا؛ لیکن اس میں خاصی تاخیر کی جاتی ہے اور بروقت شادی کرنا اسی فکرِ جہیز کی بدولت التوا کی نذر ہوجاتا ہے؛ حالانکہ عام حالات میں نکاح کرنا سنتِ مؤکدہ ہے اور اگر قوی خدشہ ہو کہ نکاح نہ کرنے یا ملتوی کرنے کی صورت میں بدنظری، بے حیائی یا بدکاری وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہوجائے گا تو اس وقت نکاح کرنا واجب ہے۔ جو چیز مسنون عمل میں تاخیر یا تعطیل کا سبب بن جائے وہ اچھی نہیں ہے اور اگر اس کی وجہ سے کسی گناہ کا ارتکاب کرنے کی بھی نوبت آئے تو مذموم وشنیع ہونے میں شبہ نہیں ہے۔

دل ہی نہ چاہے بہانے ہزار

جو لوگ جہیز کی اس رسمِ بد کی حمایت وتائید کرتے ہیں وہ عموماً یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں برِصغیر کے معاشرے میں چونکہ عموماً عورتوں کو اپنا مقررہ حصہ میراث کا نہیں دیا جاتا، اس لیے کیوں نہ اس موقع پر ان کے ساتھ خوب نیکی واحسان کا معاملہ کیا جائے؛ تاکہ ان کے حقوق کی کچھ تو تلافی ہو سکے!

لیکن یہ عذر کسی طرح لائقِ التفات نہیں ہے؛ کیونکہ وراثت میں جس طرح مردوں کا حصہ مقرر ہے اور ان کو اپنا حصہ دے دینا واجب ہے، یوں ہی عورتوں کو بھی اپنا مقررہ شرعی حصہ سپرد کردینا ضروری ہے اور اس پر قبضہ جمانا حرام و مذموم ہے۔ جہیز کو اس کا متبادل قرار دینا قطعاً درست نہیں ہے؛ بلکہ اگر کوئی اس جذبے سے دینا چاہے تو یہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ دینے میں خلوصِ نیت بھی کارفرما نہیں ہے۔

یہ اشکال نہ اُٹھایا جائے کہ کچھ بھی نہ دینے سے کچھ کچھ دینا تو بہر حال بہتر ہے؛ کیونکہ پہلی صورت (یعنی بالکل کچھ حصہ نہ دینے) میں لوگ اپنے آپ کو کم از کم مجرم تو خیال کرتے ہیں اور اگر عملی طور پر وہ اس گناہ کے مرتکب بن جاتے ہیں کہ عورتوں کے حصے پر ناجائز قبضہ جماتے ہیں تو بھی کم از کم اس کو گناہ و جرم تو تصور کرتے ہیں؛ جب کہ جہیز کی صورت میں تو یہ احساس بھی مردہ یا نیم مردہ ہوجاتا ہے اور لوگ اپنے تئیں اپنے آپ کو مجرم ہی خیال نہیں کرتے۔

عملی تجاویز

ایک تلخ حقیقت یہ ہے کہ جہیز کی اس رسمِ بد نے ہمارے ہاں معاشرے کے تقریباً تمام طبقات میں اپنے لیے جگہ پیدا کی ہے اور تقریباً سبھی لوگ کسی نہ کسی شکل میں اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ ایسی چیز کو بدلنے کی مناسب صورت یہی ہے کہ:

الف: اپنی حد تک مضبوطی کے ساتھ اس کے لین دین سے گریز کرلیا جائے۔

ب: تمام معاشرے میں عموماً اور اپنے اپنے حلقۂ اثر کی حد تک خصوصاً اس کی مذمت کی جائے، مسلمانوں کے دینی شعور اور مذہبی حس کو بیدار کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے اور اس سلسلہ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہونا چاہیے۔ جو لوگ مجاہدہ سے کام لے کر سادگی کے ساتھ شادی بیاہ کریں ان کی مناسب طریقے سے حوصلہ افزائی کی جائے اور جو لوگ اسی رسمِ بد پر عمل پیرا ہوں، اعتدال و میانہ روی کے ساتھ اُن کے اس عمل کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ اس طرح کرنے سے اُمید کی جاتی ہے کہ کچھ ہی عرصہ میں یہ رسمِ بد ختم یا کم ہوجائے گی۔ اللہ تعالیٰ امتِ مرحومہ کو رسوم و رواج کے نرغہ سے نکال کر سیادت و قیادت کے منصب پر سرفراز فرمائیں۔

حواشی

١-مصنف عبدالرزاق، باب وجوب النكاح وفضله، ج٦ ص١٧٣.

٢-السنن الكبرى للبيهقي، بابُ مَن غَصَبَ لَوحًا فأدخَلَه في سَفينَةٍ أو بَنَىٰ عَلَيه جدارًا، ج١٢ ص٦٢.

٣-البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر، ج٣ ص٢٠٠.

٤-الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب النكاح، باب المهر، ج٣ ص١٥٦.

اُمت کے اتفاقی موقف سے انحراف گمراہی ہے

قرآن وسنت کی صحیح تشریح کا معیار (دوسری قسط)

مولانا محمد نعمان خالد
استاذ جامعۃ الرشید، کراچی

❺- ’’وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا‘‘ (الاسراء:۱۱۰)

ترجمہ: ’’اور اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیے اور نہ بالکل چپکے چپکے ہی پڑھیے اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجیے۔‘‘

اس آیت کے ظاہری معنی یہ معلوم ہوتے ہیں کہ بالکل پست آواز سے نماز میں قراءت سے منع فرمایا گیا ہے، اسی لیے آج کل بعض نام نہاد اسکالرز کا کہنا ہے کہ اُمت ظہر اور عصر کی نماز قرآن کی تعلیم کے خلاف پڑھ رہی ہے، اب ان صاحب نے آیت کے سیاق وسباق میں غور کرنے کی بجائے چودہ سو سال کی پوری اُمت کے عمل کو غلط قرار دے دیا، کس قدر ناواقفیت اور جہالت پر مبنی دلیری کی بات ہے؟ حقیقت میں اس آیت کے مختلف شانِ نزول بتائے گئے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، نماز کے دوران جب بلند آواز سے قراءت کی جاتی تو مشرکین شور مچا کر اس میں خلل ڈالنے کی کوشش کرتے، اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل آہستہ آواز سے پڑھنا شروع کر دیا تو اس پر یہ آیت اُتری کہ اعتدال کے ساتھ قراءت کرو۔ (تفسیر عثمانی) بعض حضرات نے یہ تاویل کی کہ تمام نمازوں میں صرف جہر اور صرف پست آواز سے پڑھنے سے منع فرمایا گیا، بلکہ ظہر وعصر میں سرّاً یعنی پست آواز سے پڑھنے اور بقیہ تین نمازوں میں جہراً یعنی بلند آواز سے پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ بعض حضرات نے کہا: یہ آیت دوسری آیت مبارکہ ’’اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ‘‘ (الاعراف:۵۵) کی وجہ سے منسوخ ہو چکی ہے۔

❻- ’’يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ‘‘ (البقرۃ:۴۷)

ترجمہ: ’’اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی اور بے شک میں نے تمہیں عالم کے لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی۔‘‘

اس آیت سے بعض نام نہاد اسکالرز استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہود مسلمانوں سے افضل ہیں، کیونکہ عالم کے لوگوں میں اہلِ اسلام بھی داخل ہیں، اسی لیے بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ اگر یہود ونصاریٰ اپنی تعلیمات پر عمل کرکے زندگی گزاریں تو یہ بھی نجات کے مستحق ہوں گے۔ جبکہ یہ استدلال بالکل درست نہیں، کیونکہ اس میں عالمین سے مراد صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے لوگ مراد ہیں، مستقبل کے لوگ اور اُمتیں اس میں شامل نہیں، تمام مفسرین نے اس آیتِ مبارکہ کا یہی مطلب بیان کیا ہے، چنانچہ امام عبدالرحمٰن بن ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مفسرین نے اس کی تصریح کی ہے:

❼۔’’عن عائشةؓ، قالت: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم-: ’’توضؤوا مما مست النار.‘‘

ترجمہ: ’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرو۔‘‘

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی کوئی بھی چیز کھانے سے وضو کرنا واجب ہے، حالانکہ اُمت نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ اس صورت میں وضو واجب نہیں ہوتا اور اس پر تمام وہ احادیث دلالت کرتی ہیں جن میں آپ علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آگ پر پکی ہوئی چیز کو کھایا اور پھر وضو نہیں کیا، اسی لیے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث منسوخ ہوچکی ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص اس حدیث کی بنا پر یہ کہے کہ ایسی صورت میں وضو کرنا واجب ہے تو اُس کا یہ نظریہ درست نہیں ہوگا۔

❽۔’’عن عباد بن تميم المازني، عن أبيه أنهٗ قال: ’’ رأيت رسولَ الله صلى الله عليه وسلم يتوضأ ويمسح بالماء على رجليه.‘‘

ترجمہ: ’’حضرت عباد اپنے والد تمیم مازنیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا اور پانی کے ذریعہ اپنے دونوں پاؤں پر مسح کیا۔‘‘

اس حدیث سے پاؤں پر مسح کا جواز معلوم ہوتا ہے، حالانکہ اہل السنہ والجماعہ یعنی جمہور اُمت کا موقف یہ ہے کہ پاؤں پر مسح کرنا جائز نہیں، ایسی صورت میں وضو نہیں ہوگا، یہ حدیث منسوخ ہوچکی ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص اس حدیث کی بنا پر کہے کہ پاؤں پر مسح جائز ہے تو یہ غلط نظریہ ہوگا، جیسا کہ بعض اہلِ عرب اس طرح کی احادیث کی بنا پر پاؤں پر مسح کے جواز کے قائل ہیں۔

❾-’’عن جعفر بن عمرو بن أمية، عن أبيه، قال: ’’رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يمسح على عمامته وخفيه.‘‘

ترجمہ: ’’حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے (وضو کے دوران) اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔‘‘

اس حدیث سے عمامہ پر مسح کا جواز معلوم ہوتا ہے، حالانکہ جمہور علمائے کرام کے نزدیک عمامہ پر مسح کرنا جائز نہیں، کیونکہ قرآن کریم میں واضح طور پر ’’وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ ‘‘ (المائدۃ:۶) کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، جو کہ سر پر مسح کے بارے میں صریح ہیں، لہٰذا اس حدیث سے یہ استدلال کرنا پگڑی اور عمامہ پر مسح جائز ہے، درست نہیں۔

❿-’’عن أبي هريرةؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ’’من غسل ميتا فليغتسل، ومن حملهٗ فليتوضأ.‘‘

ترجمہ: ’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص میت کو غسل دے اس کو چاہیے کہ وہ غسل کرے اور جو میت کی چارپائی کو اُٹھائے، اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے۔‘‘

اس حدیث میں جنازہ کی چارپائی اُٹھانے پر وضو کرنے کا حکم دیا گیا، جبکہ ایسی صورت میں وضو کا وجوب کسی اور آیت یا حدیث سے ثابت نہیں، اس لیے اس حدیث کو چھوڑ دیا گیا اور اس پر عمل نہیں کیا گیا، کیونکہ دیگر تمام نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو کے ٹوٹنے کی علت نجاست کا خروج ہے اور وہ علت یہاں نہیں پائی گئی۔

⓫-’’عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: ’’لا وضوءَ إلا من صوت أو ريح.‘‘

ترجمہ: ’’حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت تک وضو واجب نہیں جب تک ہوا کے نکلنے کی آواز یا بُو نہ محسوس کر لی جائے۔‘‘

اس حدیث کے ظاہر پر بھی عمل نہیں کیا گیا، کیونکہ اگر کسی شخص کو ہوا کے خروج کا یقین ہو جائے، مگر زکام وغیرہ کی وجہ سے اس کو بو محسوس نہ ہو اور بہرہ ہونے کی وجہ سے اس کو آواز بھی سنائی نہ دے تو بھی اس شخص کا بالاتفاق وضو ٹوٹ جائے گا، لہٰذا اگر کوئی شخص اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے آواز اور بُو محسوس نہ ہونے کی صورت میں وضو کے عدمِ وجوب کا موقف اختیار کرے تو یہ واضح غلطی اور خطا ہوگی۔

⓬۔ ’’قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ’’إن هٰذا القرآن أنزل على سبعة أحرف، فاقرؤوا ما تيسر منه.‘‘

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے، پس اس میں سے جتنا آسانی سے ہو پڑھو۔‘‘

اس حدیثِ پاک میں ’’سبعة أحرف‘‘ سے سات حروف مراد نہیں، بلکہ قرآن کو سات طریقوں سے پڑھنا مراد ہے، جس کی تفسیر میں محدثین اور قراء کرام کا اختلاف ہے۔ اس کے علاوہ احادیثِ مبارکہ میں غریب احادیث (ایسی احادیث جن کا معنی لغوی اعتبار سے مشکل ہونے یا ان کے الفاظ میں کئی معانی کا احتمال ہونے کی وجہ سے صحیح مراد تک پہنچنا مشکل ہو) کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے، ان احادیث کے درست معنی کی تعیین علمائے کرام رحمہم اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا، اس لیے محدثین کرام نے ایسی احادیث کے معنی کی تعیین کے لیے غرائب احادیث کے نام سے مختلف کتابیں لکھی ہیں۔

قرآن وسنت کی صحیح تشریح کا معیار

پیچھے ذکر کی گئی وجوہ سے معلوم ہوا کہ اُمت جب کسی قرآن یا حدیث کے ظاہری معنی پر عمل پیرا نہیں ہوتی تو اس کے پیچھے کوئی خاص وجہ ہوتی ہے، لہٰذا کسی بھی آیت اور حدیث کا وہی مفہوم اور مطلب لینا ہوگا جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، امت کے جمہور مفسرین، محدثین اور فقہائے کرام رحمہم اللہ نے معتبر قرار دیا ہے، اس مفہوم سے ہٹ کر کسی بھی آیت یا حدیث کی تشریح ناقابلِ قبول ہے، لہٰذا ایسی تشریح اگر ضروریاتِ دین یا شریعت کے کسی قطعی امر کے خلاف ہو تو ایسی تشریح پیش کرنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگا، اس کی تاویلِ باطل کو کالعدم شمار کیا جائے گا اور اس کی یہ تاویل اس کے گمراہ ہونے سے مانع نہیں ہوگی، لہٰذا عام آدمی کے لیے قرآن وسنت کی عبارات کے صحیح معانی اور درست مطالب تک پہنچنے کے لیے درج ذیل تین اصولوں میں سے کسی ایک اصول کو لینا ہوگا:

اصول نمبر: ا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم ﷺ سے براہِ راست دین سیکھا اور اُن کے واسطہ سے ہی دین امت تک پہنچا، اس لیے قرآن وسنت کی درست تفسیر اور تشریح کے سلسلہ میں ان کی تشریحات کو معیار قرار دیا جائے، چنانچہ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ میری اُمت کے تہتر فرقے ہوں گے، سب جہنم میں جائیں گے، صرف ایک فرقہ جنت میں جائے گا، عرض کیا گیا: وہ کون سا فرقہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو میرے اور میرے صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کے راستے پر چلنے والا ہوگا، دیکھیے حدیث:

''عن عبد الله بن عمرو، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ليأتين على أمتي ما أتى على بني إسرائيل ....وإن بني إسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة، وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة، كلهم في النار إلا ملة واحدة"، قالوا: ومن هي يا رسول الله؟ قال: "ما أنا عليه وأصحابي.''

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میری امت پر وہی زمانہ آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا تھا...... بنی اسرائیل کے بہتر فرقے بنے تھے، میری اُمت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گی، ایک فرقہ کے علاوہ باقی تمام فرقے جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون سا فرقہ ہے؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو میرے اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کے راستے پر چلے گا۔''

اصول نمبر: ۲

دوسرا اُصول یہ ہے کہ قرآن وسنت کی تشریح میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے زمانے کے جمہور علمائے کرام کی تشریح کو معیار قرار دیا جائے، کیوں کہ ان کے خیر پر ہونے کی گواہی بھی حدیث میں آئی ہے، دیکھیے حدیث:

''عن عبد الله، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "خير أمتي القرن الذين يلوني، ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم.''

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوئے ہیں اور پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوئے ہیں۔''

لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تبع تابعین تک کے زمانے کے جمہور علمائے کرام نے قرآن وسنت کی کسی آیت یا حدیث کا جو مطلب بیان کیا ہو وہی برحق ہوگا اور جو اس کے خلاف ہو وہ باطل شمار ہوگا۔

اصول نمبر: ۳

تیسرا اصول یہ ہے کہ پوری امت کی اکثریت کا قول لیا جائے کہ امت کی اکثریت نے کس آیت کا کیا مطلب لیا ہے، کیونکہ سنن ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ میری پوری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی، بعض

ضعیف روایات میں یہ بھی منقول ہے کہ جب تم میری امت کے درمیان اختلاف پاؤ تو امت کی اکثریت کا اتباع کرو، دیکھیے حدیث:

’’حدثني أبو خلف الأعمى، قال: سمعت أنس بن مالك، يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: "إن أمتي لا تجتمع على ضلالة، فإذا رأيتم اختلافا فعليكم بالسواد الأعظم.‘‘

ترجمہ:’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: بے شک میری پوری اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی، پس جب تم میری اُمت میں کسی قسم کا اختلاف پاؤ تو تم امت کی اکثریت کے اتباع کو لازم پکڑو۔‘‘

اس کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے، جس میں آپ علیہ السلام نے ارشادفرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت جماعت کے ساتھ ہے اور یہاں جماعت سے مراد امت کی اکثریت ہے۔ نیز قرآن کریم کی درج ذیل آیت مبارکہ سے بھی یہ مفہوم ثابت ہوتا ہے:

’’وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا‘‘ (النساء:۱۱۵)

ترجمہ:’’اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہوجانے کے بعد بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے، اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کردیں گے جو اس نے خود اپنائی ہے اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔‘‘

(آسان ترجمۂ قرآن)

اس آیتِ مبارکہ میں واضح طور پر مؤمنین کے راستے کے علاوہ دوسرے راستے کے گمراہی پر ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اس پر دوزخ کی وعید سنائی گئی ہے، نیز یہاں مومنین سے اُمت کی اکثریت مراد ہے، جیسا کہ پیچھے ذکر کردہ احادیث سے معلوم ہوا۔

خلاصہ یہ کہ آج کے دور میں اگر کوئی شخص عقائد یا دینی مسائل واحکام کے حوالے سے اپنی کوئی رائے پیش کرتا ہے تو ان چار اصولوں پر پرکھنا ہوگا، اگر ان کے موافق ہے تو اس کا موقف قبول ہوگا، ورنہ رد کردیا جائے گا، لہٰذا آغا خانی حضرات کا صوم کا معنی ’’خاموش رہنا‘‘ کرنا، اسماعیلی حضرات کا صلاۃ سے ’’دعا‘‘ مراد لینا اور قادیانیوں کا ختم نبوت سے صرف تشریعی نبوت کو ختم ماننا اور غیر تشریعی نبوت کو جاری سمجھنا بالکل غلط اور باطل ہے، اسی طرح کسی شخص کا ختمِ نبوت یا نزولِ مسیح علیہ السلام سے متعلقہ آیات میں تاویل کرکے کسی قسم کی نبوت کو جاری ماننا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول کا انکار کرنا بلاشبہ کفر ہے، چنانچہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ’’شفاء العليل‘‘ میں

فرماتے ہیں:

”والتأويل الباطل يتضمن تعطيل ما جاء به الرسول والكذب على المتكلم أنهٗ أراد ذلك المعنى، فتتضمن إبطال الحق وتحقيق الباطل ونسبة المتكلم إلى ما لا يليق به من التلبيس والألغاز مع القول عليه بلا علم أنه أراد هذا المعنى، فالمتأول عليه أن يبين صلاحية اللفظ للمعنى الذي ذكرهٗ أولا، واستعمال المتكلم له في ذلك المعنى في أكثر المواضع حتى إذا استعمله فيما يحتمل غيره حمل على ما عهد منه استعماله فيه، وعليه أن يقيم دليلا سالما عن المعارض على الموجب لصرف اللفظ عن ظاهرهٖ وحقيقتهٖ إلى مجازهٖ واستعارتهٖ وإلا كان ذٰلك مجرد دعوى منه، فلا تقبل.“

البتہ قرآن وحدیث کی ایسی تشریح اور تاویل جوامت کے اجماعی موقف کے خلاف نہ ہو اور اس کی وجہ سے کسی قطعی حکم کا انکار لازم نہ آتا ہو تو وہ جائز ہے، چنانچہ مفسرین کی تفسیری آراء اور محدثین کرام کی تشریحات اسی پر محمول ہیں۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

سفر میں سنتوں کے پڑھنے کا حکم/سنتوں میں قصر ہے یا نہیں؟

ادارہ

سوال

سفر میں قصر نماز واجب ہے تو کیا سنتیں بھی واجب ہیں؟ مجھ پر کسی نے اشکال کیا کہ سفر میں فرض آدھے ہوجاتے ہیں، تم سنتیں پڑھ رہے ہو؟ اس کا کیا جواب ہے؟

جواب

واضح رہے کہ سفر کی حالت ہو یا حضر (اقامت) کی حالت، بہرصورت سنتوں کا حکم یہی ہے کہ وہ سنتیں ہیں، یعنی فرض یا واجب نماز کی طرح لازم نہیں ہیں، اور حالتِ سفر میں قصر کا حکم صرف چار رکعات والی فرض نمازوں میں ہے، اس کے علاوہ نمازوں میں قصر نہیں ہے، یعنی سنن ونوافل جب سفر میں پڑھے جائیں تو پورے پڑھے جائیں گے، البتہ سفر میں سنتیں پڑھنے کے حوالے سے حکم کی تفصیل یہ ہے کہ اگر سفر جاری ہو اور جلدی ہو یا گاڑی نکلنے کا اندیشہ ہو، یا ساتھیوں کو پریشانی ہورہی ہو، یا خوف ہو تو پھر صرف فرائض کی ادائیگی کافی ہے، اور فجر کی سنتوں کے علاوہ باقی سنتوں کو چھوڑنا جائز ہے، البتہ فجر کی سنتوں کی تاکید چوں کہ زیادہ ہے، اس لیے فجر کے فرائض کے ساتھ وہ بھی پڑھی جائیں گی۔ اور اگر سفر جاری ہو اور کسی مقام پر نماز کے لیے ہی رکے ہوں اور جلدی نہ ہو اور امن ہو تو سنتوں کا پڑھنا بہتر اور افضل ہے۔ بہرحال اس صورت میں بھی سنت کا حکم وجوب کا نہیں ہے، بلکہ پڑھنا افضل ہے۔ اسی طرح اگر مسافر کسی شہر یا بستی میں ٹھہرا ہو، چاہے پندرہ دن سے کم ہی قیام ہو تو راجح قول کے مطابق سنتیں پڑھنی چاہئیں، نبی کریم ﷺ سے سفر میں سنتیں پڑھنا ثابت ہے۔

''البحر الرائق''(141/2):

'' وقيد بالفرض؛ لأنه لا قصر في الوتر والسنن واختلفوا في ترك السنن في السفر، فقيل: الأفضل هو الترك ترخيصاً، وقيل: الفعل تقرباً، وقال

الهندواني: الفعل حال النزول والترك حال السير، وقيل: يصلي سنة الفجر خاصةً، وقيل: سنة المغرب أيضاً، وفي التجنيس: والمختار أنه إن كان حال أمن وقرار يأتي بها؛ لأنها شرعت مكملات والمسافر إليه محتاج، وإن كان حال خوف لايأتي بها؛ لأنه ترك بعذر اهـ.'' فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 144010200043 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

عورتوں کا مسلمان یا غیرمسلم عورتوں سے پارلر سروسز لینا

(ویکس کروانا، بال رنگوانا، مساج و مالش کروانا، وغیرہ)

سوال:

❶-آج کل جو عورتیں بالوں کو رنگ لگاتی ہیں یا ویکس کے ذریعہ جسم سے غیرضروری بال ہٹاتی ہیں، یا مالش کرتی ہیں، وہ عیسائی عورتیں ہوتی ہیں، کچھ عورتیں گھروں میں آنے والی عورتیں شریف ہوتی ہیں، ان کے گھروں میں شوہر بچے ہوتے ہیں، تو کیا اُن سے بال رنگوا سکتے ہیں؟ یا ستر ڈھانک کر پاؤں کے گھٹنے سے نیچے یا بازوؤں سے یعنی ہاتھوں کے بال نکلوا سکتے ہیں؟

❷-جو عورتیں ہمارے گھروں میں خادمہ ہیں، جیسے ماسیاں، ان سے سخت پردہ یعنی ہر وقت ہی دوپٹہ سر پر ہو تو بہ ظاہر ممکن نہیں ہوتا، تو کیا اس کی اجازت ہے کہ ہم صحیح پردہ نہ بھی کریں تو ٹھیک ہے؟

❸-اگر مسلمان عورت ہو تو کیا اس سے مالش کروا سکتے ہیں؟ عام دنوں میں اور خاص طور پر بچہ پیدا ہونے کے بعد ستر کو چھپالیں، مگر ہاتھ اندر کر کے وہ ستر والے حصوں کی مالش کردے بغیر کپڑا یا دستانہ کے؟

❹-گدے پر یا بڑے قالین پر اگر پیشاب ہوجائے تو تین بار دھونا ہی ہوگا یا صرف کپڑے سے اچھی طرح صاف کرلیں اور سکا دیں تو کافی ہوگا؟

الجواب باسم ملهم الصواب

❶-خواتین کے لیے جسم کے غیرضروری بالوں کو ویکس کے ذریعہ یا پاؤڈر وغیرہ سے صاف کرنا جائز ہے، البتہ ان بالوں کو نوچ کر نکالنا مناسب نہیں، کیوں کہ اس میں بلا وجہ اپنے جسم کو اذیت دینا ہے، البتہ اگر بلا تکلیف آسانی سے نوچ کر نکالے جاسکتے ہوں تو یہ زیادہ مناسب ہے۔ باقی عورت کا اعضاء مستورہ کے علاوہ غیرضروری بالوں کو کسی دوسری مسلمان عورت سے صاف کروانا بھی جائز ہے، لیکن ستر والی جگہ کے غیرضروری

بالوں کو کسی دوسری عورت سے صاف کروانا جائز نہیں ہے، خود صاف کرنا ضروری ہے۔

اور مرد و عورت دونوں کے لیے بالوں کو خالص سیاہ رنگ کے علاوہ دوسرے رنگوں سے رنگنا اور رنگوانا، جائز ہے۔ لیکن عیسائی، یہودی، مشرکہ عورتوں سے یہ دونوں کام کروانا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ مسلمان عورت کو ان سے پردہ کرنے کا حکم ہے، کافر عورتوں کے سامنے مسلمان عورت صرف چہرہ کھول سکتی ہے۔

❷-عورت کے لیے نامحرم سے پردہ فرض ہے، اور اس کا اہتمام ہر حال میں ضروری ہے۔

❸-مسلمان عورت کے لیے دوسری مسلمان عورت سے ناف سے لے کر گھٹنوں سمیت حصہ کو چھپانا فرض ہے، لہٰذا اس حصہ کا کسی عورت سے بغیر ضرورتِ شرعیہ کے مالش کروانا جائز نہیں ہے، خواہ یہ حصہ کھلا ہوا ہو، یا چھپا ہوا ہو، البتہ اس کے علاوہ حصے کی مالش کرواسکتی ہیں۔

❹-گدا یا قالین جس کو نچوڑنا مشکل ہو، اگر ناپاک ہوجائے، تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک بار دھو کر رکھ لیا جائے، جب قطرے ٹپکنے بند ہوجائیں، تو دوبارہ دھویا جائے، پھر اسی طرح تیسری بار، اور اگر نل کے نیچے رکھ کر اتنا دھویا جائے کہ اطمینان ہوجائے کہ نجاست نکل گئی ہوگی، تب بھی پاک ہوجاتا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ گدا/ قالین کو تین مرتبہ کسی پاک کپڑے سے اچھی طرح پونجھ لیا جائے اور ہر مرتبہ پونجھنے سے پہلے اس کپڑے کو صاف پاک پانی سے دھولیا جائے، تو تین مرتبہ اس طرح اچھی طرح پونجھ لینے سے وہ ناپاک حصہ پاک ہوجائے گا۔ قرآن کریم میں ہے:

''يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ'' (الاحزاب:۵۹)

''شعب الإيمان'' میں ہے:

''عن الحسن، قال: وبلغني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " لعن الله الناظر والمنظور إليه.''

(شعب الإيمان، فصل في الحمام: رقم:٧٣٩٩، ج:١٠، ص:٢١٤، مكتبة الرشد)

''سنن ابوداوٗد'' میں ہے:

''عن ابن عباسؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يكون قوم يخضبون في آخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام، لا يريحون رائحة الجنة.''

(أبوداؤد، باب ما جاء في خضاب السواد، ج:٤، ص:٨٧، الناشر: المكتبة العصرية، صيدا - بيروت)

''فتاویٰ شامی'' میں ہے:

''(والذمية كالرجل الأجنبي في الأصح، فلا تنظر إلى بدن المسلمة) (قوله فلا تنظر إلخ) قال في غاية البيان وقوله تعالى {أَوْ نِسَائِهِنَّ} [النور:٣١] - أي

الحرائر المسلمات، لأنهٔ ليس للمؤمنة أن تتجرد بين يدي مشركة أو كتابية اهـ ونقله في العناية وغيرها عن ابن عباسؓ، فهو تفسير مأثور وفي شرح الأستاذ عبد الغني النابلسي على هدية ابن العماد عن شرح والده الشيخ إسماعيل على الدرر والقرر : لا يحل للمسلمة أن تنكشف بين يدي يهودية أو نصرانية أو مشركة إلا أن تكون أمة لها كما في السراج۔''

(فصل في النظر و اللمس ،ج:٦ ، ص:٣٧١، ط : سعيد)

''فتاویٰ شامی'' میں ہے:

''(قوله والنامصة إلخ) ذكره في الاختيار أيضا وفي المغرب: النمص: نتف الشعر ومنه المنماص المنقاش اهـ ولعله محمول على ما إذا فعلته لتتزين للأجانب، وإلا فلو كان في وجهها شعر ينفر زوجها عنها بسببه، ففي تحريم إزالته بعد، لأن الزينة للنساء مطلوبة للتحسين إلا أن يحمل على ما لاضرورة إليه لما في نتفه بالمنماص من الإيذاء. وفي تبيين المحارم إزالة الشعر من الوجه حرام إلا إذا نبت للمرأة لحية أو شوارب، فلا تحرم إزالته بل تستحب. اه.''

(فصل في النظر و اللمس ،ج: ٦، ص:٣٧٣ : سعيد)

''ہدایہ'' میں ہے:

''قال: وتنظر "المرأة من المرأة إلى ما يجوز للرجل أن ينظر إليه من الرجل لوجود المجانسة وانعدام الشهوة غالبا.''

(الهداية، فصل في الوطء والنظر واللمس ، ج:٤ ، ص: ٣٧٠، ط: دار إحياء التراث العربي)

''درر الحكام شرح غرر الأحكام'' میں ہے:

''(ينظر الرجل إلى الرجل إلا العورة) وهي من تحت سرته إلى تحت ركبته، فالركبة عورة لا السرة، ثم حكم العورة في الركبة أخف منه في الفخذ، وفي الفخذ أخف منه في السوأة، حتى يذكر عليه في كشف الركبة وفي الفخذ يعنف، وفي السوأة يضرب إن أصر (والمرأة للمرأة والرجل كالرجل للرجل) أي نظر المرأة إلى المرأة والرجل كنظر الرجل إلى الرجل حتى يجوز للمرأة أن تنظر منهما إلى ما يجوز للرجل أن ينظر إليه من الرجل إذا أمنت الشهوة؛ لأن ما ليس بعورة لايختلف فيه النساء والرجال.''

(فصل عورة الرجل والمرءة،ج:٣، ص:٣١٣، ط: دار إحياء الكتب العربية)

''الاختيار لتعليل المختار'' میں ہے:

''ولا بأس بأن يمس ما يجوز النظر إليه إذا أمن الشهوة.''

(فصل النظر إلى العورة، ج:٤، ص:١٥٥، ط: مطبعة الحلبي – القاهرة)

''البحر الرائق شرح کنز الدقائق'' میں ہے:

''(قوله: وغيره بالغسل ثلاثا وبالعصر في كل مرة) أي غير المرئي من النجاسة يطهر بثلاث غسلات وبالعصر في كل مرة.''

(باب الأنجاس، ج:۱، ص:۲۴۹، ط: دار الكتاب الإسلامي)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

''وإن كانت غير مرئية يغسلها ثلاث مرات. كذا في المحيط ويشترط العصر في كل مرة فيما ينعصر.''

(الفصل الأول في تطهير الأنجاس، ج:۱، ص:۴۲، ط: دار الفكر)

''تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق'' میں ہے:

''وبتثليث الجفاف فيما لا ينعصر) أي يطهر بالغسل ثلاث مرات وبالتجفيف في كل مرة فيما لا يمكن عصرهُ كالخزف والآجر والخشب والحديد والجلد المدبوغ بالنجس؛ لأن للتجفيف أثرا في استخراج النجاسة وتفسير التخفيف أن يخليه حتى ينقطع التقاطر ولا يشترط فيه اليبس.''

(باب الأنجاس، ج:۱، ص:۷۶، ط: المطبعة الكبرى الأميرية - بولاق القاهرة)

''حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح'' میں ہے:

''أما إذا غمسه في ماء جار حتى جرى عليه الماء أو صب عليه ماء كثيرا بحيث يخرج ما أصابه من الماء ويخلفه غيره ثلاثا فقد طهر مطلقا بلا اشتراط عصر وتجفيف وتكرار غمس هو المختار والمعتبر فيه غلبة الظن هو الصحيح، كما في السراج ولا فرق في ذلك بين بساط وغيره.''

(باب الأنجاس والطهارة منها، ج:۱، ص:۱۶۲، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

البحر الرائق میں ہے:

''وفي المجتبى معزيا إلى صلاة البقالي أن الحصير تطهر بالمسح كالمرآة والحجر.'' (باب الأنجاس: النجس المرئي يطهر بزوال عينه، ج:۱، ص: ۲۵۱، ط: دار الكتاب الإسلامي)

درمختار میں ہے:

''وغسل ومسح والجفاف مطهر.'' (كتاب الطهارة، باب الأنجاس، ج:۱، ص: ۳۱۵، ط: سعيد)

فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 1442-16233 *دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن*

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

نقد و نظر

ادارہ

ناموں کے اَثرات کی شرعی حقیقت اور اہم مسائل

مؤلف: مفتی سید انور شاہ۔ صفحات: ۴۰۲۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبۃ الحماد، دکان نمبر: ۸، سلام کتب مارکیٹ، نزد جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ رابطہ نمبر: 0334-3455955

اسلام کی جامعیت کے کئی پہلوؤں میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بچوں کا اچھا اور بامعنی نام رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے، اور نقصان دہ، غیر مناسب، بے معنی اور مہمل ناموں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب اسی پہلو کی اہمیت وحساسیت کو سامنے رکھتے ہوئے لکھی گئی ہے، جو ناموں، کنیت اور القابات کے احکام سے متعلق تفصیلی اور تحقیقی کتاب ہے، جامعہ بیت السلام لنک روڈ، کراچی کے استاذ مفتی سید انور شاہ صاحب کی جمع اور مرتب کردہ ہے۔ اس کتاب میں ناموں کے معانی، احکام، اثرات، فوائد ونقصانات وغیرہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کی فہرست سے کتاب کی اہمیت اور مواد کا اندازہ ہوتا ہے، پوری کتاب کی اِجمالی فہرست درج ذیل ہے: ’’۱- شخصیت پر ناموں کے اثرات، شریعت اور جدید سائنس کی روشنی میں۔ ۲- ناموں کے متعلق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاحات اور ہدایات۔ ۳- اسلامی ناموں کے متعلق غیر مسلموں کی سازش۔ ۴- اچھے اور عمدہ ناموں کی اقسام۔ ۵- ممنوعہ اور ناپسندیدہ ناموں کی تفصیل۔ ۶- کنیت اور نسبتی ناموں کے احکام۔ ۷- ناموں کے متعلق اہم فنی قواعد۔ ۸- مذہبی القابات کی شرعی حیثیت۔ ۹- انبیاء کرام علیہم السلام کے مبارک نام۔ ۱۰- درجہ بندی کے لحاظ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام۔ ۱۱- خوبصورت اور مستند اسلامی نام۔‘‘

کتاب کی دیگر خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ایک نسبت رکھنے والی معروف شخصیات کے نام یکجا جمع کردیے گئے ہیں، بطورِ نمونہ چند عنوانات درج ذیل ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے نام، اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے نام اور مصداق، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باندیوں کے نام، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد رضی اللہ عنہم کی تعداد اور نام، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے نام، عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے نام، شہدائے غزوہ بدر رضی اللہ عنہم کے نام، بدری مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام، بدری انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام، فقہاءِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام اور درجہ بندی، منصب قضا پر فائز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام، مفسرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام، ائمہ اربعہ کے نام، اصحابِ صحاحِ ستہ کے نام، سات فقہائے مدینہ کے نام، وغیرہ۔

کتاب کے آخر میں فہرس المصادر والمراجع بھی ہے۔ کتاب اپنے موضوع پر تحقیقی، باحوالہ اور مفید ہے۔ کتاب کا کاغذ عمدہ، جلد مضبوط اور ٹائٹل دیدہ زیب ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کتاب کو قبولیت عطا فرمائے اور فاضل مرتب وناشرین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین ثم آمین